جنتی انسان

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ اَعْـرَابِيًّا جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! دُلَّنِیْ عَـلٰی عَـمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، قَالَ: ((تَـعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْـئًـا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ)) قَـالَ: وَالَّـذِیْ نَـفْسِـیْ بِيَـدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا شَيْئًا اَبَدًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَـلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((مَـنْ سَـرَّهٗ اَنْ يَـنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا)) [مسلم:١٤]

”ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی ایسا عمل بتا دیں جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (صرف) اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، فرض نمازیں قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہ اس پر کچھ زیادہ کروں گا نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا۔ جب وہ واپس لوٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی جنتی شخص کو دیکھنا پسند کرتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔“

[انتخاب: ابو عمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

محمد یحییٰ خلیق

اسلوبِ تربیت

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے ہمراہ کسی راستے سے گزر رہے تھے راستے میں چھوٹے کانوں والا بکری کا بچہ مردہ پڑا ہوا دکھائی دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ؟)) ''تم میں کون یہ پسند کرے گا کہ بکری کا یہ بچہ اسے ایک درہم کے بدلے مل جائے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسے کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے کہ یہ تو ہمارے کسی کام کا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَیْكُمْ)) [صحیح مسلم: ٢٩٥٧] ''اللہ کی قسم! اللہ کی نظر میں دنیا اس سے بھی زیادہ بے قدر و قیمت ہے۔''

رسولِ اکرم ﷺ کا یہ اسلوبِ تزکیہ و تربیت صرف اسی موقع پر نہ تھا، بلکہ یہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ موقع اور محل کی مناسبت سے گفتگو فرماتے اور اپنی گفتگو میں ماحول کی مناسبت سے ایسی تشبیہات و تمثیلات اور اشارات استعمال فرماتے کہ اس طرح بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں راسخ ہو جاتی اور یوں عمل کی راہ ان کے لیے آسان تر ہو جاتی تھی۔

ایسے ہی ایک اور موقعے پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کا بچہ گم ہو چکا تھا۔ اسے ایک بچہ نظر آیا تو اس نے شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر اس بچے کو گود میں لیا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ آپ ﷺ نے اس مناسبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا: ((اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِی النَّارِ؟)) ''تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا نہیں، اللہ کی قسم! یہ عورت ہرگز ایسا نہیں کر سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا)) ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچے سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔'' [صحیح مسلم: ٢٧٥٤]

ملاحظہ کیجیے! صحابہ کرام کے ذہنوں پر جب اس ماں کی شفقت کا تصور نمایاں ہوا تو آپ ﷺ نے اسی کو بنیاد بنا کر اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت و شفقت کو ان کے ذہنوں میں اجاگر فرمایا۔

درحقیقت ایک مصلح، داعی اور مربی کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے ایسے طریقے اختیار کرے جو لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث بنیں، وہ مقصد کے قریب آئیں اور مربی کے پیغام کو سمجھ سکیں، ایسا اسلوب اختیار نہ کرے جو لوگوں کو دور اور متنفر کرنے کا سبب ہو، لوگ بات سننا ہی پسند نہ کریں یا سنیں تو ایسے کہ اس میں ان کی دلچسپی نہ ہو۔ لوگوں کو متوجہ کرنا ضروری ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی نفسیات اور ان کے ذہنوں کو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطیب الانبیاء ﷺ نے ہمیں اکتا دینے والے وعظ سے منع فرمایا۔

درحقیقت دعوت کوئی جز وقتی کام نہیں، نہ یہ کسی خاص صورتِ حال، ماحول اور انداز کے ساتھ مشروط ہے بلکہ یہ ایک کل وقتی عمل ہے۔ داعی کو موقعے کی تلاش میں رہنا چاہیے اور جب قدرت کی طرف سے کوئی موقعہ میسر آ جائے تو ضائع نہ کرے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔

ہم میں سے ہر شخص کو داعی ہونا چاہیے، گھر سے لے کر دفتر تک اور دکان سے لے کر بازار تک ہر شخص کو کئی مواقع ملتے ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ جو بات سمجھانی ہے اس کا صحیح علم ہمارے پاس موجود ہو۔ مزید یہ کہ داعی کے اندر لوگوں کو جہنم سے بچانے کا انتہائی شوق اور تڑپ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رستے کا راہی بنائے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فہرست

اطاعت رسول میں ہدایت ہے

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النور: ٥٤]

''کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول ؐ کا حکم مانو، پھر اگر تم نہ مانو گے تو رسول ؐ کا بوجھ اس پر ہے اور تمہارا بوجھ تم پر، اور اگر تم رسول ؐ کے کہے پر چلو گے تو سیدھی راہ پر لگ جاؤ گے، اور رسول ﷺ پر سوائے پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں۔''

قرآن وسنت کے علم کی برکات

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ فَقَرَؤُا الْقُرْآنَ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ)) [صحيح البخاري، رقم: ٧٢٧٦]

''امانت داری آسمان سے بعض لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتری (یعنی ان کی فطرت میں داخل ہے۔) اور قرآن مجید نازل ہوا تو انھوں نے قرآنِ مجید کا مطلب سمجھا اور سنت کا علم حاصل کیا (تو قرآن وحدیث دونوں سے اس ایمان داری کو جو فطرتی تھی پوری قوت مل گئی۔)''

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

''گناہ کو دور ہٹانے اور نیکی کرنے کی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ (کی توفیق) کے ساتھ۔''

عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ)) قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: ((أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ)) قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ، قَالَ: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) [رواه البخاري: ٦٤٠٩]

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کی: میں حاضر اللہ کے رسول ؐ! فرمایا: کیا میں تمھیں ایسے کلمے سے آگاہ نہ کروں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

22 تا 28 اگست 2008ء......(1192)......20 شعبان المعظم 1429ھ

اللھم اجعلنا منھم

اداریـــــہ ═══════ حافظ احمد شاکر

ماہِ صیام گناہ گاروں کے لیے مغفرت کی نوید ہی نہیں بلکہ بخشش کا پورا سامان لے کر سایہ فگن ہونے کو ہے، یہ اصحاب خیر کے لیے حصولِ حسنات کا موسم، عبادت گزاروں کے لیے بلندیٔ درجات کے ایام، حاجت مندوں کے لیے حاجت روا سے اپنی حاجات طلب کرنے کی گھڑیاں اور نافرمان اولاد کے لیے والدین کو راضی کر کے جنت حاصل کرنے کا مہینا ہے۔

حدیث رسول ﷺ کے مطابق اس ماہِ غفران ورحمت میں شیطان باندھ دیے جاتے ہیں۔ اعمال حسنہ کا اجر دس (۱۰) گنا سے بڑھ کر ستر (۷۰) گنا کر دیا جاتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اخلاص وقبولیت کے باعث سات سو (۷۰۰) گنا تک یا اس سے بھی زیادہ اضافہ فرما سکتا ہے۔

ان مبارک راتوں میں قیام کرنے اور دن میں روزہ رکھنے والوں کے لیے عمر بھر کے گناہ معاف کیے جانے کی خوش خبری اور قیامت کے دن باب 'ریان' سے جنت میں داخلے کا وعدۂ ربانی بھی ہے۔ 'صیام' وہ عمل ہے جس کا اجر "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" کے مصداق اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔

'رمضان' نزولِ قرآن کا مہینا ہے اور تلاوت قرآن کا سیزن بھی۔ اس کے اوقات میں ظاہری اور باطنی ہر دو صورتوں میں برکات رکھ دی گئی ہیں، ان ایام مبارکہ میں قلب انسانی تلاوت قرآن سے غیر معمولی مانوس ہوتا اور اس کی تلاوت میں ایک خاص حظ وکیف پاتا ہے۔

یہ وقت افطار روزہ دار کے مونہہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری سے زیادہ پسند ہے۔ وہ رزاق اپنے روزہ دار بندوں کے رزق میں حسی اور معنوی لحاظ سے اِضافہ فرما دیتا ہے۔ انھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرماتا اور جس کثرت سے عطا کرتا ہے وہ مشاہدۂ عام ہے اور اخوت ومحبت سے یعنی مل کر بیٹھنے، کھانے اور امور خیر کی توفیق سے سال بھر سے سوا نصیب کرتا ہے۔

دعا کرنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ ماہِ مبارک ہم سب کے نصیب میں فرمائے، اس میں اعمالِ حسنہ کی انجام دہی کی توفیق مرحمت فرمائے اور اعمالِ سیئہ سے اجتناب نصیب فرمائے تاکہ ہم سب ان مبارک ساعتوں کے ثمرات وحسنات سے مستفیض ہو سکیں، **آمین یا اللہ العالمین**.

نصیب اپنا اپنا:

جنرل (ر) پرویز مشرف بالآخر خواہی ...... کم ...... ناخواہی استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئے، یا کر دیے گئے۔ ہماری قوم کس قدر خوش فہم، امید پرست اور بھولی بھالی ہے کہ اس کے آنے پر بھی اس نے مٹھائیاں تقسیم کیں اور اس کے جانے پر بھی۔ واہ کیا سادگی ہے؟

ملی، قومی، سیاسی اور معاشرتی سوجھ بوجھ رکھنے والے سوچتے ہوں گے اور اگر نہیں سوچتے تو انھیں سوچنا چاہیے کہ کیا صرف (ر) جنرل کے جانے سے پاکستان کی یا اسلامیانِ پاکستان کی تقدیر بدل جائے گی؟ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک کتنے صدر آئے اور کتنے وزیراعظم؟ کیا کسی صدر یا وزیر اعظم نے ملک وقوم کو بے دینی وبے امنی اور معاشرتی ومعاشی دَل دَل سے نکالنے کی کبھی کوشش کی جس میں قوم سمیت اس سے پہلا صدر یا وزیر اعظم دھنسا ہوتا تھا؟ بلکہ ہمارے خیال میں آنے والا ہر صدر اور ہر وزیر اعظم اپنے ماقبل سے ایک دو فٹ بلکہ بعض دفعہ کئی فٹ مزید اس دَل دَل میں دھنستا چلا جاتا رہا۔ اس موضوع پر ماضی کی کوئی روشن مثال کم از کم ہمارے سامنے تو نہیں ہاں بعض حکم ران بعض جہتوں سے انفرادی جذبوں کے تحت کوششیں کرتے رہے جن کی کمند عموماً اس جگہ جا کر ٹوٹ جاتی رہی جہاں جام دو چار ہاتھ ہی رہ جاتا تھا۔ ہمارے خیال میں ماضی کے حکم رانوں کی کامیابی کی روشن مثال صرف اور

صرف ایٹمی طاقت ہے، جس کی جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنی عبقری ذہانت اور تلافی مافات کے جذبے سے طاغوت کی بڑھتی مخالفت اور نہ چاہنے کے باوجود کامیاب ابتدا کی، پھر جناب غلام اسحٰق خاں اس کو نمو دیتے رہے، ضیاء الحق نے اس کو مکمل کیا اور جناب میاں نواز شریف نے ترغیب وترہیب کی ہر چال کو ٹھکراتے ہوئے دھماکہ کر دیا۔ باقی جناب ایوب خاں مرحوم نے صنعت کو ترقی دینے کی جہد مسلسل کی اور جناب جنرل ضیاء الحق مرحوم نے تجارت کو بایں انداز بلکہ اس حد تک فروغ دیا کہ تاریخ میں ایک ہی مرتبہ پاکستانی روپے نے قدر میں بھارت کے روپے کو مات دے دی تھی۔

وطن عزیز میں اب تک چار فوجی حکم رانی کر چکے ہیں۔ ایوب خاں اگر چہ آمر تھے لیکن انھوں نے صنعت کا پہیہ رواں رکھنے اور ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کی کوششیں کیں جو امریکا کی ناراضی کا سبب بنیں۔ جنرل ضیاء الحق سے اپنے ایام حکومت میں بعض فاش سیاسی غلطیاں ہوئیں لیکن انھوں نے ایران عراق جنگ ختم کرانے میں ایک تاریخی کردار ادا کیا اور گیارہ سالہ دورِ حکومت میں مہنگائی کے عفریت کو قابو میں رکھا۔ لیکن مذکورہ دونوں حکم رانوں کے درمیان فوجی حاکم جنرل یحییٰ کے مقدر میں سقوط مشرقی پاکستان کی رسوائی ہوئی۔ باقی رہے جناب (ر) جنرل پرویز مشرف تو ان کے حصہ میں منتخب حکومت کی معزولی، امریکا کے آگے خود سپردگی، نہتے افغان مسلمانوں پر امریکی حملوں میں تعاون، سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کی امریکا حوالگی، باجوڑ، ڈمہ ڈولا، وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقوں میں......امریکی ایجنڈا پر......قتل وغارت، عدلیہ کی معزولی، جامعہ حفصہ میں ہزاروں بے گناہ معصوم بچیوں کی فاسفورس بموں سے ہلاکت، لال مسجد کی تباہی، سینکڑوں پاکستانیوں کی گم شدگی، آئین کی معطّلی اور ایمرجنسی کا نفاذ، عدالتی بحران کا قیام اور فاضل چیف جسٹس وغیرہ کی معزولی اور نظر بندی، سیاست دانوں اور کارکنوں کے قتل، محسن پاکستان کی طویل نظر بندی، مہنگائی اور ''روشن خیال'' حکومت کے ان جیسے کئی بے شمار تاریک کارنامے آئے۔ سیاہ کارناموں کی اس طویل وعریض فہرست کے باوجود وہ ''جسے پیا چاہے وہی سہاگن ہو'' کے ''سنہرے اصول'' کے تحت اب تک حکم ران رہے اور پوری رعونت کے ساتھ رہے۔ اب جب پیا کا دل بھر گیا اور کائنات حسن اس نے کسی اور کو قرار دے لیا تو ظاہر ہے کہ اب وہی سہاگن ہوگی۔

ہمیں اپنی خودمختاری کا اندازہ صرف اخبارات کی ان خبروں سے لگا لینا چاہیے جن میں مؤاخذہ کے اجازت مانگنے پر قوم کو صرف جان بخشی نصیب ہوئی وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ عاشق صادق پر رسوائی کا کوئی چھینٹا نہ پڑے۔ لہٰذا اب مؤاخذہ طول وقتی کی لہروں میں آہستہ آہستہ تحلیل ہو ہی گیا اور قوم مٹھائیاں کھا کر، نعرے لگا کر، ماضی کو بھول کر آنے والا نیا پتلی تماشا دیکھنے میں محو ہو جائے گی۔

اپنوں کی خدمت میں:

قارئین گرامی! مہنگائی، اشیائے ضروریہ کی کمیابی، امن وامان کی ناگفتنی صورتِ حال ہم سب کا درد مشترک ہے۔ ہم اپنا احوال دل اور درد جگر کس طرح بیان کریں کہ مہنگائی کی زنجیر سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ لیکن کیا کریں دکھ اپنوں ہی سے کہے جاتے اور غم، غمگساروں ہی سے بیان کیے جاتے ہیں۔

مہنگائی کا عالم یہ ہے کہ ایک سال کے اندر اندر جو کاغذ کم وبیش 1900-1800 میں ملتا تھا اب وہ کاغذ ہمیں 3000 کے لگ بھگ خریدنا پڑتا ہے یہی حال طباعت، فولڈنگ اور پیکنگ کا ہے۔ محکمہ ڈاک نے ڈاک خرچ 25/- سے یکدم =/1 روپیہ کر دیا تھا اب کچھ عرصہ سے ڈاک خانہ میں =/1 کی ٹکٹ بھی دستیاب نہیں جس سے ڈاک خرچ کم از کم دو گنا ہو جانے کے شدید امکانات ہیں۔ یعنی اس وقت صرف الاعتصام کی طباعت اور ترسیل کے اخراجات اور اس کی خریداری کی آمدن میں تین سے ساڑھے تین لاکھ کا فرق ہے۔ اس کے کارکنان اور دارالدعوہ کے رفقاء کے اعزازیے، ٹیلی فون، بجلی، گیس، پانی اور متفرق اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الاعتصام کے قارئین اور محبین دار الدعوۃ السّلفیہ ہم سے ہمیشہ کھلے دل اور بہ صد شوق تعاون فرماتے ہیں اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ یاد رکھنے کی توفیق دی ہوئی ہے کہ ہم ان رقومات کے امین اور عنداللہ مسئول ہیں۔ بشری نادانستگیوں سے مفر نہیں اور غلطیوں کے امکانات بھی ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ تاہم حسابات کے باقاعدہ......یعنی ایک اکاؤنٹنٹ کے ہاتھ میں......اندراج کے علاوہ دو سال بعد اس کا آڈٹ بھی کراتے ہیں اور ہمیں بہ صد تشکر وامتنان اس کے اظہار میں کوئی عار نہیں کہ ادارہ بفضلہٖ تعالیٰ عموماً زیر بار نہیں رہتا کبھی کبھار کوئی مشکل وقت آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے یوں ہاتھ بڑھاتے ہیں کہ ان کے بائیں ہاتھ تک کو خبر نہیں ہو پاتی۔ **جزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين**

لیکن اپنے حالات کا اظہار اور حالات کی اطلاع اپنے محبین تک پہنچانا بھی ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔

مقالہ خصوصی:

پچھلے دنوں ہندوستان کے ایک فاضل نوجوان کا مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے بارے میں ایک تفصیلی تعارف الاعتصام کے صفحات پر چھپا تھا جس میں یہ وضاحت تھی کہ کویت میں پاک و ہند کے اہل حدیث احباب نے ایک پروقار اور شان دار تقریب کی مولانا بھٹی حفظہ اللہ کو ''مؤرخ اہل حدیث'' کا خطاب بھی دیا تھا اور ایک شیلڈ بھی پیش کی جو یقیناً اہل پاکستان کے لیے اعزاز کی بات ہے۔ ہفتہ ۱۶/اگست ۲۰۰۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم طبع وتالیف ڈاکٹر عبدالغفور راشد نے بھی ایک ایسی تقریب کا اہتمام کیا جس میں ان کو مرکزی جمعیت کی طرف سے مؤرخ اہل حدیث کی شیلڈ دی گئی۔ اس تقریب میں چیدہ چیدہ احباب جماعت شامل ہوئے اور بعض نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ راقم الحروف کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی تو راقم الحروف نے چند کلماتِ تعارف وتہنیت وہاں حاضرین کی خدمت میں عرض کیے جو بعض احباب کے اصرار پر شامل اشاعت ہیں۔ [احمد شاکر]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم .... امابعد!

حضرات گرامی ....آج کی تقریب کے مہمان خصوصی جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ، اس وقت جماعت کے تقریباً غیر متنازعہ بزرگ اور سب کے لیے قابل احترام ہیں، میرے ساتھ ان کا تعلق منفرد اور ایسا ہے کہ جو شاید کسی اور کا نہ ہو۔ وہ ایسے کہ میرے والد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف علیہ الرحمہ کا انہوں نے پہلے ولیمہ کھایا، پھر میرا عقیقہ، پھر میرا ولیمہ، پھر میرے سب بچوں کا عقیقہ اور سب کا ولیمہ اور اب یہ میرے پوتے اور پوتیوں کے عقیقے کے منتظر رہتے ہیں۔ ہمارے گھرانے سے ان کا تعلق ۱۹۳۴ء سے ہے جو ان کا خاندان کے علاوہ کسی اور سے نہ ہوگا۔ گویا بقول حفیظ جالندھری ع پون صدی کا قصہ ہے برس دو برس کی بات نہیں

یہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری نے پوری دنیا کو ایک گاؤں بنا دیا ہے۔ وہ خبر جو کبھی سالوں، مہینوں اور ہفتوں کے بعد پہنچا کرتی تھی اب وہ لمحوں میں دنیا بھر میں پھیل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسلاف کے گوشۂ گم نامی میں مستور رہنے کی ''عجب سے نفور'' جیسی حسن تاویل کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ لیکن ذرائع ابلاغ کی دور حاضر میں تیز رفتاری نے باہمی تعارف، خدمات کے اعتراف اور اہل علم وفضل کی عظمت کے اظہار کو علم ہی کا ایک ناگزیر حصہ بنا دیا ہے۔

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی میں ہماری جماعت میں مرحوم وموجود علماء کی بصیرت وفہم کو نشانۂ تنقید بنانے کی ابتداء کی گئی۔ وہ وقت تو خیر گزر گیا لیکن ناپختہ ذہنوں میں ان زہریلے جراثیم کے ذرّات اب تک چلے آ رہے ہیں۔ پھر گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں اصحاب علم وفضل کے علم وتحقیق کو ہدف تنقید بنانے کی ابتداء ہوگئی اور لطف یہ کہ جس ناقد کا ظرف جتنا چھوٹا، علم جتنا ناقص اور جہل جس قدر زیادہ تھا، اتنا ہی اس نے نقل در نقل کو کام میں لاکر اہل علم وتحقیق کو نشانہ بنایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حتی کہ بعض ناخلف شاگرد اپنے اساتذہ پر تنقید کو بھی احقاق حق سمجھ کر بہ افتخار علم اس کا ارتکاب کرتے رہے۔ اور اخذ وکسب علم کا اعتراف کرنا ان کی انا پر بوجھ ہونے لگا۔

آج کے مہمان ہمارے مخدوم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی دیگر خوبیوں کے ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام یہ ہے کہ انہوں نے جس شخصیت سے جتنا فیض پایا، اس کا انہوں نے اپنی تالیفات میں بہ صد عقیدت واحترام اس کا اظہار واعتراف کیا۔ ہمارے خیال میں اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ

سبحانہ وتعالیٰ نے ان کواپنی زندگی ہی میں چاہنے والوں کی چاہت کی وافر نعمت عطا کردی۔ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے اعتراف وانکسار کی بدولت نہ صرف ملک، بلکہ بیرون ملک بھی ان کی علمی خدمات کے آگے احباب جماعت کی جبینیں سرنگوں ہیں، نیز احباب پاک وہندان کے علم وفضل اوران کی خدمات دینیہ کے سامنے اپنے دل ودماغ میں عقیدت ومحبت کے جوجذبات رکھتے ہیں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے دفتر کا یہ پروقاراجتماع اسی کا مظہر ہے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نوجوان، بلکہ اب جوان اور باہمت ناظم طبع وتالیف ڈاکٹرعبدالغفور راشداس تقریب سے قبل جناب خالد علیم بن مرحوم علیم ناصری کے اعزاز میں صدارتی انعام ملنے پرایک ایسی ہی تقریب کر چکے ہیں۔آج کی اس تقریب کے روح رواں بھی وہی ہیں جنہوں نے جماعت میں ناقدریٔ علم کے احساس کی بجائے قدردانی اوراعتراف عظمت کی اچھی طرح ڈالی ہے۔ جسے بھٹی صاحب کی شگفتہ نگاری کے پیرائے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ''ملا'' کہنا شروع کردیا ہے تاکہ مستقبل کے اہل علم ان کو'حاجی'' کہہ سکیں۔

مشورہ تو یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ مرکزی جمعیت ......نئی نسل کوجس نے آنے والے کل کی قیادت سنبھالنی ہے......اپنی جماعت کے اکابر، خصوصاً مرکزی جمعیت کے مؤسسین، جامعات کے مدرسین، اور مدارس کے مہتممین کی علمی، تدریسی، اور تنظیمی خدمات کو بایں انداز متعارف کرانے کا اہتمام کرے کہ نئی نسل کے دل ودماغ میں اپنے اکابر کی عظمت وعقیدت کے چراغ روشن ہوجائیں اور یہ نسل ان کو مینارۂ نور بنانے کی سعادت پاسکے۔تاہم مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے اکابر کوعموماً اور ناظم طبع وتالیف کوخصوصاً اعتراف عظمت کی اس تقریب کے انعقاد پرخراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ نیز سب کے ساتھ ہم بھی اپنے ممدوح محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی کی باصحت وعافیت درازیٔ عمر کی دعا کرتے ہیں۔ ع　　عمرت دراز بادکہ ایں ہم غنیمت است

تحقیق وتنقید

زیادة الثقه اور وإذا قرأ فأنصتوا کا حکم ❶

محمد خبیب احمد، ادارۂ علوم اثریہ (فیصل آباد)

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء وخاتم النبیین، أما بعد!

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا صلیتم فأقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم أحدکم، فإذا کبر فکبروا وإذا قرأ فأنصتوا وإذا قال: ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾؛ فقولوا: آمین۔

''کہ جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔''

اسے امام ابوداؤد [۹۷۳]، احمد [ج:۴، ص:۴۱۵]، مسلم [۹۰۵]، نسائی [۱۱۷۴]، ابن ماجہ [۸۴۷]، بزار [ج:۸، ص:۶۶، ح:۳۰۵۹]، ابوعوانہ [ج:۲، ص:۱۳۳]، دار قطنی [ج:۱، ص:۳۳۰۔۳۳۱ و۳۵۱۔۳۵۲]، ابن المنذر [ج:۳، ص:۱۰۵، ۱۰۶، ح:۱۳۲۰]، رویانی [ج:۱، ص:۲۱۹، ح:۵۶۵]، بیہقی [ج:۲، ص:۱۵۵۔۱۵۶]، القراءۃ خلف الامام [ح:۳۰۵، ص:۱۲۸] وغیرہم من طرق عن سلیمان بن طرخان التیمی عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبداللہ الرقاشی عن ابی موسیٰ الاشعری مرفوعاً

جب کہ وإذا قرأ فانصتوا کی زیادت کے بغیر اسی حدیث کو اسی سند سے امام مسلم [۹۰۴]، ابونعیم المستخرج [ج:۲، ص:۲۷، ۲۸، ح:۸۹۷]، ابوداؤد [۹۷۲]، نسائی [۱۱۷۳، ۱۲۸۱]، ابن ماجہ [۹۰۱]، طیالسی [۵۱۷]، عبدالرزاق [ج:۲، ص:۲۰۱، ۲۰۲، ح:۳۰۶۵]، ابن ابی شیبۃ [ج:۱، ص:۲۵۲، ۲۵۳، ۲۹۲، ۳۵۲]، طحاوی [شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۲۶۴، ۲۶۵] وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

وإذا قرأ فانصتوا کی زیادت کے بارے میں جمہور متقدمین اور بعض متاخرین کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔ جمہور متقدمین کے ہاں تو یہ جملہ شاذ ہے بلکہ بعض نے تو اس کے ضعف پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کے راویوں کے مابین اس زیادت میں اختلاف کے بارے میں محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ''راوی کا زیادت کا ذکر کرنا، ذکر نہ کرنے والوں کی مخالفت ہے؟ شاذ کی تعریف میں مخالفت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ ثقہ کی زیادت کب مقبول اور کب شاذ ہوتی ہے؟''

مولانا جواباً ارشاد فرماتے ہیں: ''کسی زیادت کو ذکر نہ کرنا مخالفت نہیں ہوتی اور نہ اسے شاذ کہنا صحیح ہے۔ راجح یہی ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی کئی ثقہ راویوں (یا اوثق) کی مخالفت کرے تو وہ روایت شاذ ہوتی ہے۔ اگر ثقہ کی سند اور متن میں زیادت کو شاذ قرار دیا جائے تو بہت سی صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔''

[ماہنامہ الحدیث، شمارہ:۴۷، ص:۱۰، اپریل ۲۰۰۸ء]

ایک دوسری جگہ اپنے علمی رسالہ ماہنامہ الحدیث کے منہج کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔ مثلاً ایک ثقہ وصدوق راوی کسی سند یا متن میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے، فرض کریں یہ اضافہ ایک ہزار راوی بیان نہیں کرتے، تب بھی اس اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے، مخالفت کی

ہے، مردود ہے۔'' [الحدیث:۳۴،ص:۳، مارچ ۲۰۰۷ء]

زیادۃ الثقہ خواہ متن میں ہو یا سند میں یا دونوں میں، باستثناء زیادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جمہور محدثین کے ہاں زیادت کی یہ دونوں صورتیں نہ مطلقاً مقبول ہیں اور نہ مطلقاً مردود، بلکہ ان کے اعتبار کے لیے قرائن کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ اگر قرائن اس زیادت کو قبول کرنے کے متقاضی ہوں تو اس زیادت کو قبول کیا جائے گا اور اگر قرائن اسے ردّ کرنے کے متقاضی ہوں تو وہ زیادت مردود ہوگی۔ مطلق طور پر زیادت قبول کرنے کا موقف حضرات محدثین عظام کا تو نہیں البتہ اصولیوں اور فقہاء کا نظریہ اسے مطلقاً قبول کرنے کا ہی ہے، جن کی تائید ہمارے استاذ محترم زبیر صاحب بھی فرما رہے ہیں۔

زیادت میں قرائن کا اعتبار ہوگا:

حافظ علائی فرماتے ہیں:

''اس فن کے متقدمین ائمہ کرام ابن مہدی، ابن قطان، احمد، بخاری جیسوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادۃ الثقہ کے مسئلے میں کوئی کلی حکم نہیں لگاتے بلکہ اس میں ان کے عمل کا انحصار ترجیح پر ہے اس لیے ان کے ہاں جو قرینہ نسبتاً قوی ہو وہی راجح قرار پاتا ہے۔''

[النکت لابن حجر، ج:۲، ص:۶۰۴]

حافظ ابن دقیق العید نے ''شرح الالمام'' کے مقدمہ میں بھی یہی بات فرمائی ہے۔[النکت، ج:۲، ص:۶۰۴ و توضیح الأفکار للصنعانی، ج:۱، ص:۳۰۸]

حافظ بقاعی فرماتے ہیں کہ محدثین اس سلسلے میں کوئی عمومی حکم نہیں لگاتے بلکہ وہ تو اس زیادت کو قرائن پر گھماتے ہیں۔

[توضیح الافکار ج:۱،ص:۳۳۹،۳۴۰]

حافظ ابن حجر، فتح الباری [ج:۹،ص:۱۸۴] میں فرماتے ہیں:

''محدثین نے اس موصول روایت کی تصحیح اس بنا پر نہیں کی کہ وہ زیادۃ الثقہ ہے بلکہ اس تصحیح کی وجہ وہ مذکورہ قرائن ہیں جو اسرائیل کی موصول روایت کو دیگر رواۃ کی مرسل روایت پر ترجیح دینے کے متقاضی ہیں۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''موصول کو مرسل پر مقدم کرنا بخاری و مسلم کا عام قاعدہ نہیں ہے، بلکہ اس کا انحصار تو قرائن پر ہے۔ جب کوئی قرینہ موصول کو ترجیح دیتا ہے تو وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔''

[فتح الباری، ج:۱۰، ص:۲۰۲،۲۰۳]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''متقدمین ائمہ کرام جن میں ابن مہدی، یحییٰ قطان، احمد، ابن معین، ابن مدینی، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم، نسائی، دارقطنی وغیرہ شامل ہیں، سے منقول ہے کہ زیادۃ وغیرہ میں ترجیح کا اعتبار کیا جائے گا۔''

[النخبة، ص:۴۷]

ابن وزیر کے ہاں یہ اجتہاد کا مقام ہے کیوں کہ قرائن کے مختلف ہونے کی وجہ سے حکم بھی مختلف ہوجاتا ہے۔

[توضیح الأفکار، ج:۱، ص:۳۱۲]

ان قرائن کی تحدید کیا ہے؟ ان کا تعین تو جہابذہ ائمہ ہی کرسکتے ہیں۔ حافظ علائی فرماتے ہیں:

''ترجیح کی بے شمار وجوہات ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اور نہ تمام احادیث کی مناسبت سے اس کا کوئی خاص ضابطہ ہے بلکہ ہر حدیث کی ایک خاص وجہ ترجیح ہوتی ہے اور اسے وہی کہنہ مشق اور زیرک شخصیات سرانجام دے سکتی ہیں جن کی اکثر اسانید اور روایات پر دسترس ہوتی ہے۔ اسی بنا پر متقدمین میں سے کسی نے اس مقام پر کوئی ایسا کلی حکم نہیں لگایا جو قاعدہ پر مشتمل ہو، بلکہ ان کے ہاں ہر حدیث کی انفرادی حیثیت سے پائے جانے والے قرائن کی وجہ سے ان کا نقطہ نظر بھی مختلف ہوجاتا ہے۔'' [النکت، ج:۲، ص:۷۱۲]

تاہم کچھ قرائن محدثین نے صراحتاً بھی بیان کیے ہیں اگر ان کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو یقیناً یہ مختصر مضمون اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ تاہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ان کی نشان دہی کر دی جاتی ہے۔

① ......اگر ایک جماعت کی روایت اور فردِ واحد کی روایت میں تعارض ہوجائے یا اکثر اور کم لوگوں کی روایت میں تعارض ہوجائے تو پہلی صورت میں جماعت کی روایت کو مقدم کیا جائے گا جب کہ دوسری

صورت میں اکثر لوگوں کی روایت کو ترجیح ہوگی۔
②...... کسی شیخ کے خاص شاگرد کی روایت کو دوسرے راوی کی روایت پر ترجیح حاصل ہوگی۔
③...... اگر اَحفظ اور حافظ کی روایت کے مابین تعارض پیدا ہوجائے تو احفظ کی روایت راجح ہوگی۔
④...... ایک ہی شہر کے باشندوں کی ایک دوسرے سے روایت کو دوسرے مختلف شہروں کے راویوں کی روایت پر ترجیح ہوگی۔
⑤...... جس شیخ کا حافظہ متغیر ہوجائے یا وہ مختلط ہوجائے تو اس تغیر اور اختلاط سے پہلے سماع کرنے والے راویوں کی روایت کو ترجیح ہوگی۔
⑥...... جو راوی اپنی کتاب سے دیکھ کر احادیث بیان کرے اس کی روایت کو اس راوی کی روایت پر ترجیح ہوگی جو راوی اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہے۔
⑦...... سند میں اختلاف کی صورت میں جس سند میں امام کبیر یا حافظ ناقد ہو اس کی سند کو دوسری سند پر ترجیح حاصل ہوگی۔
یہ ہیں چند مشہور وجوہِ ترجیحات، دکتور عبدالسلام علوش نے ''تعلیل العلل لذوی المقل'' میں [ص:۴۷۷ تا ۵۰۲] چودہ وجوہِ ترجیح مع امثلہ بیان کی ہیں۔ دکتور ربیع مدخلی نے بھی ایک نادر صورت یعنی ''فردِ واحد کو جماعت پر ترجیح'' امام دارقطنی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ [بین الامامین للمدخلی، ص: ۳۸۰]
محترم حافظ زبیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی زیادت کو ذکر نہ کرنا مخالفت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے شاذ کہنا صحیح ہے......''
حالاں کہ جس زیادت کو اعیان واعلام نہ بیان کریں اور کوئی عام شاگرد بیان کردے تو وہ زیادت، زیادت نہ رہے گی بلکہ وہ مخالفت میں بدل جائے گی۔ اس کی توضیح آئندہ آئے گی، ان شاء اللہ۔
زیادۃ الثقہ کا مسئلہ محدثین کرام نے مصطلح الحدیث میں زیادۃ الثقہ کے عنوان کے علاوہ معلول، شاذ اور منکر کے تحت بھی بیان کیا ہے۔ اسی لیے اس زیادت کی مختلف صورتوں کی بنا پر اس کا حکم بدل جاتا ہے۔
مصطلح الحدیث میں زیادۃ الثقہ کی بحث میں محدثین نے جو تفصیل بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ
①...... زیادتی کے ردّ اور انکار کا مدار اس پر ہوگا کہ وہ زیادتی دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے منافی ہو تو ایسی صورت میں جمہور محدثین کے ہاں مردود ہوگی۔
②...... اگر وہ منافی نہ ہو اور کوئی قرینہ اس زیادت کے خطا، نسیان یا وہم پر بھی دلالت نہ کرے، یعنی اس زیادت کو ایک مستقل حدیث ایسی اساسی حیثیت حاصل ہو تو وہ زیادت بلاشبہ قابل قبول ہوگی۔
فضیلۃ الشیخ استاذ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے توضیح الکلام [ص:٦٦٧ تا ٦٧٥] میں زیادۃ الثقہ پر جو کلام کیا ہے وہ لائق مطالعہ ہے۔
ثانیاً: راوی کا حال قبول اور ردّ کا میزان ہوتا ہے۔ اگر زیادت کا راوی احفظ اور اوثق ہو یعنی اس زیادت کو نہ بیان کرنے والے سے زیادہ ثقہ ہو تو اس زیادت کو قبول کیا جائے گا۔ اگر دونوں تعدیل کے مرتبے میں برابر ہوں تب بھی اس زیادت کو قبول کیا جائے گا، اگر زیادت کا راوی، زیادت نہ کرنے والوں سے ثقاہت میں کم ہو تو اس کی زیادت قابل اعتنا نہیں ہوگی، اور وہ زیادت بلاشبہ شاذ کے زمرے میں آئے گی۔ یہ اس زیادت کے حکم کا خلاصہ ہے جسے محدثین نے مصطلح الحدیث میں شاذ اور منکر کے تحت بیان کیا ہے۔
ثالثاً: جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ ثقہ کی زیادتی کے قبول اور ردّ کا انحصار قرائن پر ہے۔ اس لیے اس زیادت میں پائے جانے والے داخلی اور خارجی قرائن کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ اہل اصطلاح نے اس صورت کو ''علت'' کی بحث میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے یہ فرمانا کہ ''زیادت ذکر نہ کرنا مخالفت نہیں ہوتی'' محل نظر ہے۔
محترم حافظ زبیر صاحب فرماتے ہیں:
''اگر ثقہ کی سند اور متن میں زیادت کو شاذ قرار دیا جائے تو بہت

سی صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔'' [الحدیث، اپریل ۲۰۰۸ء]

ہمیں احادیث کے ضیاع وانکار کے بارے میں استادِ محترم کے دردِ دل کا بخوبی احساس ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ایسی فکر ان محدثین کو بھی دامن گیر ہوئی جنھوں نے اپنی ساری زیست حدیث نبوی کی خدمت اور اس کی ترویج میں گزار دی؟ بلکہ حدیث کے خلاف اٹھنے والی کسی بھی قسم کی آواز کو قطعاً کبھی بھی برداشت نہیں کیا، جن کی تخلیق کا مقصد وحید ہی شریعت اسلامیہ کی ٹھوس بنیادوں پر حفاظت کرنا تھا، جو رسول اللہ ﷺ کی علمی میراث کے حقیقی وارث تھے اور انھوں نے کماحقہ اس وراثت کا حق بھی ادا کیا۔ آخر انھوں نے زیادۃ الثقہ کو مطلقاً قبول کرنے میں اصولیوں اور فقہاء کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟

ایک جانب تو ذخیرۂ احادیث کے بارے میں احساسِ ضیاع کا یہ اظہار، جب کہ دوسری جانب مقبول حدیث کی ایک ایسی قسم کا مطلقاً انکار، جسے محدثین نے قابل اعتبار سمجھا، اس کو مصطلح کی کتب میں ''حسن لغیرہ'' کے عنوان سے ذکر کیا، پھر اس کی شروط اور قیود مقرر کیں، اس قسم کو مستند مانتے ہوئے اس پر مسائل کی بنیاد رکھی، ضعیف رواۃ کے درجات اور طبقات بنائے۔ محدثین نے یہ تقسیم ذخیرۂ حدیث کو بچانے کے لیے کی، ان کو دریا برد کرنے کے لیے نہیں۔ اگر محدثین کے ہاں حسن لغیرہ کا وجود ہی نہیں پھر ضعف کی درجہ بندی کیوں کی؟ ہم اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ سوال صرف اسی قدر ہے کہ اگر اس تقسیم کو جمہور محدثین نے تسلیم کیا ہے تو آخر ہمیں انکار کیوں؟ **فیا للعجب!**

ایسی زیادت جس کے بارے میں واضح ہوگیا ہو کہ وہ فرمانِ نبوی نہیں، اسے راوی کے وہم کی بنا پر حدیث نبوی کا حصہ قرار دینا، نیز ہر وہ زیادت جو بظاہر مخالف نہ ہو اسے مطلقاً قبول کرنا علم اصولِ حدیث کے اعتبار سے ہماری نظر میں ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جو محترم حافظ صاحب کو لاحق ہوا ہے۔

ایک عجیب اصول:

حافظ صاحب محترم نے ایک اَور اصول بیان فرمایا ہے کہ

''صدوق کی زیادت کو حسن سمجھا جائے گا۔''

[الحدیث، مارچ ۲۰۰۷ء، ص:۳۰]

اصول سازی خواہ کسی بھی فن میں ہو بلاشبہ ان عبقری شخصیات کا وتیرہ ہوتی ہے جو اس فن کے نشیب وفراز اور اس فن کی تمام اصطلاحات اور ان کے مدلولات کو جانتی ہوں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ کبار محدثین وحفاظ کے انبوہِ کثیر میں اہل اصطلاح شافعی، حمیدی، مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن حبان، خطابی، قابسی، رامہرمزی، حاکم، ابونعیم، بغدادی، خلیلی، بیہقی، ابن عبدالبر، قاضی عیاض، میانشی، نووی، ابن الصلاح، ابن دقیق العید، ذہبی، ابن حجر، سخاوی، عراقی، سیوطی، ابن کثیر، بلقینی اور صنعانی وغیرہم ہی کیوں قرار پائے؟ جب کہ رجال اور سوانح کی کتب بے شمار حفاظ اور محدثین کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں۔ پھر ان میں سے شافعی، حمیدی، مسلم، ابوداود، ترمذی وغیرہم ہی ان اصطلاحات کے اصل بانی مبانی ہیں۔ ان کے مابعد محدثین انھی اصطلاحات کی تفصیلات بیان کرتے اور ان پر اضافہ جات وغیرہ کرتے چلے آئے اور بیشتر محدثین نے انھی محدثین کی اصطلاحات پر اکتفا کیا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ محترم استاذ حافظ زبیر حفظہ اللہ صدوق کی زیادت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ بالخصوص وہ زیادت بھی ان ثقات کے مقابل، جن ثقات کے مدمقابل محدثین حافظ ثقہ کی بھی زیادت قبول نہیں کرتے۔ کیوں کہ وہم اور نسیان سے کسی کو مفر نہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ ثقہ راوی اس روایت کے بیان کرنے میں وہم کا شکار ہوگیا ہو۔

ثقہ کا اطلاق اس راوی پر ہوتا ہے جو عدالت اور ضبط (حافظے) کے اعتبار سے کامل ہو اور صدوق تو کہا ہی اس راوی کو جاتا ہے جس کا ضبط ثقہ راوی کے ضبط سے خفیف (کمزور) ہو اور ایسے راوی پر اس اصطلاح کا اطلاق اس کی مرویات کا عمیقانہ نگاہ سے تجزیہ کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہوا کہ جس راوی کا حافظہ (ضبط) خفیف ہو اُسے ثقات کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات قطعاً قرین انصاف نہیں۔

محدثین رحمہم اللہ نے زیادۃ الثقہ کے بارے میں تو ضرور بحثیں کیں، اس کی صورتیں بتلائیں، ان صورتوں اور احوال کی مناسبت سے ان کی درجہ بندی کی، اسی تناسب سے ان کے احکامات کو کبھی مدرج، کبھی مقلوب، کبھی معلول، کبھی شاذ و منکر، کبھی زیادۃ الثقہ اور کبھی المزید فی متصل الاسانید میں ذکر کیا۔ لیکن ایسا اہتمام زیادۃ الصدوق کے بارے میں غالباً کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ کیا محدثین نے زیادۃ الصدوق کے بارے میں بھی کوئی حدود، قیود، شرائط اور احکام وضع کیے؟ کیا محدثین نے اسے قبول کیا؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ بلکہ حافظ ابن حجر نے تو واشگاف الفاظ میں زیادۃ الصدوق کو مردود قرار دیا ہے۔ آخر کیوں! اگر محترم حافظ زبیر صاحب النکت کی مراجعت فرمائیں تو اُس میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ولو كان فی الأصل صدوقاً؛ فإن زيادته لا تقبل ۔

[النکت، ج:۲، ص:۶۹۰]

''اگر وہ راوی صدوق ہو تو اس کی زیادت مقبول نہیں۔''

مصطلح سازی یقیناً احادیث نبویہ کی براہِ راست خدمت ہے اور محدثین نے ان اصطلاحات کی تکوین کا کما حقہ حق ادا کر دیا۔ علمی و تحقیقی میدان میں اختلاف کا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہوا کرتی، مگر ان محدثین کی راہوں کو چھوڑ کر اپنی ایک علیحدہ راہ کا تعین انتہائی خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ لہٰذا محترم حافظ صاحب سے گزارش ہے کہ محدثین کی وسعت نظری، استقرائے تام اور دقت فہم کی بنا پر ان کی اصطلاحات کو راجح اور مستحکم سمجھیں، اور اصولیوں کے ہم خیال نہ بنیں۔ محدثین سے کسی برہان کے بغیر اختلاف کرنا مناسب نہیں اور نہ ہی اس میں برکت ہے۔ اللہ ربّ العزت ہم سب کو زمرۂ محدثین میں شامل فرما کر ان کے طریق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ [جاری]



قناعت......ایک بیش بہا خزانہ

حافظ سعید احمد ڈوگر (فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

القناعته، قنع یقنع سے مصدر ہے۔

اس کے لغوی معنی رخ کرنے، مائل ہونے اور راضی ہونے کے ہیں۔ ابن السنی فرماتے ہیں: قناعت سے مراد اپنے حصے پر راضی ہونا ہے۔ [القناعته لابن السنی، مقدمه]

امام راغب رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ قناعت سے مراد ضروریاتِ زندگی میں سے تھوڑی سی چیز پر راضی ہوجانا ہے۔

جاحظ نے لکھا ہے: قناعت نام ہے اس گزر بسر پر اکتفا کرنے کا جس کا موقع مل جائے۔ اور سامانِ معیشت پر راضی ہونے کا جو آسانی سے میسر ہو۔ اور یہ نام ہے ذاتی رغبت ومیلان اور ترجیح کے باوصف مال کمانے اور بلند مرتبوں کو حاصل کرنے کی خواہش کو ترک کرنے اور اس سے تھوڑی چیز پر بے تکلف قناعت کرنے کا۔

[تهذیب الاخلاق للجاحظ:۲۲]

مناوی فرماتے ہیں: ''قناعت'' مرغوب اور مانوس چیزوں کے نہ ملنے کی صورت میں سکون اور اطمینان سے عبارت ہے۔ جرجانی رحمہ اللہ نے التعریفات میں اس کو بیان کر کے اہل حقیقت (صوفیاء) کی طرف منسوب کیا ہے۔ [التعریفات، ۱۸۷]

قناعت کے متعلق احادیث مبارکہ:

عن فضالة بن عبيد - رضى الله عنه - أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "طُوبٰى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا، وَقَنَعَ۔" [ترمذی:۲٤٤۹]

''حضرت فضالة بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ خوشخبری ہے اس آدمی کے لیے جس کو اسلام کی طرف ہدایت دی گئی، اُس کی گزران گزارے لائق ہو اور جو کچھ اللہ نے اس کو دیا وہ اس پر راضی ہوگیا۔''

وعن عبد الله بن عمرو - رضى الله عنهما - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: قد أفلح من أسلم ورُزِق كفافًا، وقنعه الله بما آتاه ـ

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ کامیاب ہوگیا وہ شخص جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس چیز کے ساتھ راضی کر دیا جو اس کو دی۔'' [مسلم: ۱۰۵٤]

اس حدیث میں کامیاب اس کو کہا گیا ہے جو قناعت جیسی دولت کو اختیار کرتا ہے۔ دوسری روایت میں طوبیٰ کے الفاظ ہیں کہ ایسے شخص کے لیے بشارت ہے جس کو قناعت مل گئی۔ کیوں کہ قناعت وہ نعمت ہے جو بندے کو اللہ کے قریب کرتی ہے اور اس کا محبوب بناتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

《 كن ورِعا تكن أعبد الناس، وكن قنعاً تكن أشكر الناس 》 [ابن ماجه:٤۲۰۷]

''تم ورع اختیار کرنے والے بن جاؤ تو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہوگے اور قناعت پسند ہوجاؤ تم سب سے زیادہ (اللہ کے) شکر گزار ہوگے۔''

اس حدیث میں قانع کو اَشْــکــر سب سے بڑا شکر گزار کہا گیا

ہے۔کیوں کہ قانع اللہ کا مقرب ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: «اُنْظُرُوْا إِلٰی مَنْ أَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا إِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَکُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ»

[صحیح مسلم: ٥٢٦٤]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم اس شخص کی طرف دیکھو جو (دنیوی لحاظ سے) تم سے کم تر ہو اور اپنے سے بلند حیثیت والوں کو نہ دیکھا کرو پس اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہیں جانو گے۔''

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں زندگی گزارنے کے ایک اہم اصول کی وضاحت فرمائی ہے کہ دنیا میں زیادہ دل نہ لگا لینا، ہر وقت مال جمع کرنے کی طمع میں نہ رہنا بلکہ اپنے سے کم تر کو دیکھ کر زندگی گزارنا۔ اس کی مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس گاڑی ہے تو اسے سکوٹر والے کی طرف دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ مزید بڑی گاڑی کی طمع کرے۔ کیوں کہ یہ دنیا کی حرص تو بڑھتی ہی جائے گی اگرچہ انسان طیاروں میں اڑ رہا ہو۔

اب ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دنیاوی امور میں تو بہت غور وفکر کرتے ہیں مزید خواہشات کرتے ہیں لیکن دینی معاملات میں، صدقہ وخیرات کرنے میں ہم پیچھے رہتے ہیں جب کہ اصل سرمایہ تو یہی اعمالِ صالحہ ہیں۔ لہٰذا جو آدمی موٹر سائیکل رکھتا ہو اسے ہر وقت گاڑی کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور نہ کسی احساسِ کمتری کا شکار ہی ہونا چاہیے بلکہ اس کو سائیکل سوار کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اگر ہم صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تو ہمیں ذہنی سکون بھی ملے اور ہم اللہ کے پسندیدہ بھی بن جائیں۔ اس بزرگ کا قصہ مشہور ہے جو گرمی کی شدت میں ننگے پاؤں اللہ سے شکوہ کرنے لگا لیکن جب پاؤں سے محروم کو دیکھا تو اللہ کا شکر بجالایا کہ مجھے پاؤں تو عطا کیے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اولیاء (دوستوں) میں سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ ہے جو تھوڑے مال والا ہو، جسے نماز کا وافر حصہ ملا ہو، اپنے ربّ کی عبادت بڑے خوب صورت طریقے سے کرتا ہو، خفیہ طور پر (بھی) اس کی فرمانبرداری کرتا ہو، وہ لوگوں میں غیر معروف اور اتنا نمایاں نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف انگلی سے اشارے کریں۔ اسے بقدرِ ضرورت روزی میسر ہو اور وہ اس پر صبر کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ جھاڑا اور فرمایا اسے جلد موت آ گئی ہو، اس پر نوحہ کرنے والیاں بھی کم ہوں اور اس کا ورثہ بھی کم ہو۔''

اور اسی سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرمایا: ''میرے ربّ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ وہ مکہ کی وادی کو میرے لیے سونا بنادے۔ میں نے عرض کیا نہیں، اے میرے رب! میں تو ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً تین مرتبہ یہ بات کہی کہ جب میں بھوکا ہوں گا تو تیرے آگے گریہ وزاری کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد بیان کروں گا۔'' [ترمذی: ٢٣٤٧، وقال حسن]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو سعد رضی اللہ عنہ عیادت کو گئے، دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ سعد نے پوچھا: میرے بھائی! کیوں رو رہے ہو، کیا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہیں ہوئی؟ کیا آپ نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں دونوں میں سے کسی بات کے لیے نہیں رو رہا اور نہ دنیا کی محبت اور آخرت کی کراہت ہی سے رو رہا ہوں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک وصیت کی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس وصیت سے تجاوز کیا ہے۔ انھوں نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وصیت کی تھی؟ جواب دیا مجھے وصیت کی تھی کہ ''تم میں سے ہر کسی کے لیے اتنی زادِ راہ کافی ہے جتنی ایک سوار (مسافر) کے لیے ہوتی ہے۔'' میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے تجاوز کیا ہے۔ رہی بات تمہاری اے سعد! تو جب تم فیصلہ کرنے لگو، جب کسی چیز کی تقسیم کرنے لگو تو اللہ سے ڈرو۔''

ثابت کا قول ہے مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے بعد بیس سے کچھ اوپر درہم چھوڑے جو ان کے پاس روزانہ خرچ کے لیے موجود

تھے۔ [طبقات ابن سعد: ٤/٩١، ابن ماجه: ٤١٠٤]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے اس کے دونوں طرف دو (٢) فرشتے ہوتے ہیں۔ ان کی آواز کو روئے زمین کی تمام مخلوق سوائے جن وانس کے سنتی ہے۔ وہ کہتے ہیں: اے لوگو! اپنے ربّ کی طرف لپکو بے شک جو چیز تھوڑی ہوتی ہے اور کافی ہوتی ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کردے اور جب بھی سورج غروب ہوتا ہے تو اس کے دونوں طرف فرشتے پکار رہے ہوتے ہیں۔ اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو خرچ شدہ مال کے بدلے اور مال جلد عطا فرما اور تو بخیل کے مال کو جلدی سے تلف فرما۔'' [مستدرك حاكم: ٢/٤٤٥]

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قناعت کی مثالیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک مسلمان کے لیے اسوۂ حسنہ اور کامل ترین نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سادہ زندگی بسر کی کہ اس کی مثال ہی نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت قناعت پسندانہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی شاعر نے آپ کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی ماہ تک چولہا نہ جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پہ گزارہ ہوتا تھا۔ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی بھی مسلسل دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

[صحيح بخاری: ٦٤٥٤- مسلم: ٢٩٧١]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو مجھے اس بات پر کوئی خوشی نہ ہوتی کہ تین روز گزرنے کے بعد اس میں سے میرے پاس کوئی شے باقی بچے۔ سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے روک لوں۔ [بخاری: ٢٣٨٩]

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درس دیا کہ قناعت وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قوت لا یموت کی تعلیم دی اور ان کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف فکر کی رہنمائی کی۔

❀......سلف صالحین کے فرامین قناعت کے بارے میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمھیں بتا نہ دوں کہ اللہ کے مال میں سے میرے لیے کیا جائز ہے۔ سردی اور گرمی کے لیے دو جوڑے حج اور عمرہ کے لیے جو سواری میسر ہو اس کے بعد قریش کے عام آدمی جتنی خوراک نہ میں اس سے بلند ہوں اور نہ ان سے پست۔

[احياء علوم الدين: ٣/٢٤٠]

آپ نے یہ بھی فرمایا: ''لالچ فقر ہے اور مایوسی دولت: جو آدمی اس مال سے مایوس ہو جائے جو دوسروں کے قبضہ میں ہے وہ ان سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔'' [احیاء: ٣/٢٣٩]

حضرت ابوعمرو شیبانی سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اللہ سے سوال کیا بندوں میں سے کون تجھے محبوب ہے؟ جواب ملا جو میرا ذکر سب سے زیادہ کرتا ہے۔ پھر پوچھا اے میرے رب! تیرا کون سا بندہ زیادہ غنی ہے؟ جواب ملا جو میرے دیئے پر سب سے زیادہ قناعت کرتا ہے۔ پھر کہا اے اللہ! تیرا کون سا بندہ زیادہ انصاف کرنے والا ہے؟ جواب ملا جو اپنے آپ سے بدلہ لینے دے۔ [القناعة لابن السنی: ٥١]

﴿ فلنحيينه حيوة طيبة [النحل: ٩٧] ﴾ آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حیات طیبہ سے مراد قناعت ہے۔

[تفسير طبری: ١٤/١٧]

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس شخص پر دنیا کی شہوت غالب آ گئی وہ اہل دنیا کا غلام بن گیا اور جو قناعت پر راضی ہو گیا اس سے عجز زائل ہو گیا۔ [فیض القدير شرح الجامع الصغير: ٣/٢٧٤]

علامہ مناوی نے بعض اہل علم کا قول نقل کیا ہے کہ قناعت دولت اور عزت ہے اور اس کا الٹ فقر اور ذلت ہے اور جو قناعت اختیار نہیں کرتا اس کا پیٹ نہیں بھرتا، نیز قناعت آزادی ہے اور اس کی عدم موجودگی ذلت ورسوائی اور غلامی ہے۔ [فیض القدير]

لقمان حکیم اپنے بیٹے کو کہتے ہیں: اے بیٹا! دنیا گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے لوگ ہیں تو اس دنیا میں اپنی کشتی قناعت کو بنالے۔

[فیض القدير: ٤/٥٨٧]

ابن قیم ؒ کا قول: دل کی تونگری کی تکمیل کسی اور تونگری سے ہوتی ہے، وہ نفس کی تونگری ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ قسمت کے چکروں سے محفوظ ہوتا ہے اور ریا کاری سے پاک۔

[مدارج السالکین: ٤٧٤]

امام شافعی ؒ کا قول ہے: میں نے دیکھا کہ قناعت تونگری کی جڑ ہے تو میں اس کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ اس طرح میں درہم حاصل کیے بغیر مال دار بن گیا۔ اب میں لوگوں کے قریب سے یوں گزرتا ہوں جیسے بادشاہ گزرتا ہے۔

بنوامیہ کے ایک حاکم نے ابوحازم کو لکھا اور اس کو قسم دی کہ وہ اپنی ضروریات کو اس کے سامنے پیش کرے تو اس نے جواب دیا میں اپنی ضرورت تمہارے مالک کے پاس پیش کرتا ہوں۔ وہ مجھے جو دیتا ہے لے لیتا ہوں اور جن ضروریات کو وہ روک لیتا ہے ان پر قناعت کرتا ہوں۔ [القناعۃ:٤٣]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قناعت ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر حالات وواقعات پر راضی ہونے، ان کو نہ بدلنے اور بہتر بنانے کی کوشش نہ کرنے کا نام ہے جو کچھ ہو رہا ہے ہوتا رہے یہ قناعت نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارا سارا رجحان دنیا کا مال اکٹھا کرنے پر ہے۔ ہم شریعت کے برعکس حصول مال وجاہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور خیر کے کاموں میں دلچسپی ظاہر نہیں کرتے۔ چاہیے تو یہ کہ ہم دنیا میں اپنے سے غریب کو دیکھیں اور آخرت کے معاملے میں اگر کوئی صدقہ کرتا ہے، فلاح و بہبود کے کام کرتا ہے تو ایک مومن کو ایسے کاموں میں سبقت کرنی چاہیے۔

قناعت کمال ایمان اور حسن اسلام ہے۔ قناعت پسند دنیوی ساز وسامان سے کنارہ کش ہوتا ہے، اور وہ اس چیز کی خواہش کرتا ہے جو اللہ کے ہاں ہے۔ قانع سے اللہ تعالیٰ اور لوگ سب محبت کرتے ہیں۔ قناعت پسند کو دلی سعادت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ دنیا میں جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہوجاتا ہے۔ اگر ہم تھوڑی چیز پر قناعت کریں تو محتاجی اور فقر ختم ہوجائے گا اور تمام کام نبٹانے میں سہولت ہوگی۔ قناعت لوگوں میں الفت ومحبت پھیلاتی ہے۔ قانع کے لیے فوز وفلاح کی ضمانت ہے۔ قناعت حسد، غیبت، بغض، چغل خوری جیسے گناہوں سے بچاتی ہے جو نیکیوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ قانع اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے جو کہ بہت بڑی دولت ہے۔ قناعت وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔



صوفی عبدالرحمٰن کی وفات

صوفی عبدالرحمٰن سکاف ۲؍اگست ۲۰۰۸ء ہفتہ کو سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم دارالحدیث راجووال کی انتظامیہ کے بیس سالہ رکن مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ صوفی صاحب بڑے مخلص بزرگ تھے۔

مرحوم نے زندگی کا کچھ حصہ ہمارے گاؤں ڈاہر میں بسر کیا تھا وہ زمانے تقریباً ۱۹۵۷ء کا تھا جس کو تاریخ میں تحریک ختم نبوت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صوفی صاحب نے بتایا تھا کہ ڈاہر سے میں اور حاجی دوست محمد مرحوم منڈی احمد آباد سے مولوی رحمت اللہ زرگر اس تحریک میں شمولیت کے لیے نکلے تھے۔ راستہ میں مزید احباب ہمارے ساتھ ملتے گئے تحریک کے قائد مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ تھے۔ ساہیوال جا کر گرفتاریاں پیش کیں اس راستے کی تمام مشکلات ومصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات قبول فرما کر بشری کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

[عنایت اللہ امین، مدرس دارالحدیث راجووال]

جامعۃ العلوم الاسلامیہ وزیر آباد

ایسا منفرد تعلیمی ادارہ ہے جہاں طلبہ کو وفاق المدارس السلفیہ کے مطابق دینی تعلیم اور جماعت نہم سے B.A تک گورنمنٹ کے نصاب کے مطابق عصری تعلیم EQUAL دی جاتی ہے۔

جامعہ کا دوسرا تعلیمی سال مکمل ہونے پر احباب کی تسلی کے لئے وفاق کے ثانویہ عامہ ۱۴۲۸ھ اور میٹرک کمپوزٹ 2008ء کا رزلٹ شائع کیا جا رہا ہے۔

میٹرک کمپوزٹ 2008ء گوجرانوالا بورڈ

نمبر شمار	نام مع ولدیت	رول نمبر	حاصل کردہ نمبر	ایڈریس	نمبر شمار	نام مع ولدیت	رول نمبر	حاصل کردہ نمبر	ایڈریس
1	بلال انور ولد محمد انور	345963	650/850	ڈنگہ۔ گجرات	2	محسن نذیر ولد محمد نذیر	345960	597	تلواڑہ۔ وزیر آباد
3	بختاور ولد ریاض احمد	346163	573	دھاروال۔ کھاریاں	4	وقار اکرم ولد محمد اکرم	345956	569	تلواڑہ۔ وزیر آباد
5	حافظ وسیم ارشد ولد محمد ارشد	345958	567	بھوماں باٹھ۔ گوجرانوالا	6	محمد عرفان ولد محمد یوسف	345975	564	لکڑ منڈی۔ وزیر آباد
7	محمد کلیم ولد احمد حسین	345968	546	منصور والی۔ وزیر آباد	8	حسنین غلام محمد ولد غلام محمد	345962	544	کوٹ شیرا۔ وزیر آباد
9	عبدالجبار ولد عبدالرشید خان	345974	544	ماڈل کالونی۔ وزیر آباد	10	حافظ رخسار احمد ولد محمد انور	345964	531	علی پور چٹھہ۔ گوجرانوالا
11	بشارت علی ولد عبدالرشید	345966	520	دلاور چیمہ۔ وزیر آباد	12	عمران شہزاد ولد شمس الدین	345954	516	ڈیفنس روڈ۔ سیالکوٹ
13	ہارون ایوب ولد محمد ایوب	345977	513	محلہ شاہدولہ۔ گجرات	14	شوکت علی ولد جمال دین	345969	496	سوہدرہ۔ وزیر آباد
15	لقمان ارشد ولد محمد ارشد	345965	489	گرجاکھ۔ گوجرانوالا	16	محمد عثمان یونس ولد محمد یونس	345967	469	دلاور چیمہ۔ وزیر آباد
17	محمد آصف ولد محمد عاشق	378443	455	جھجھ خورد۔ اوکاڑہ	18	زمان ارشد ولد محمد ارشد	378439	520(M)	دھونکل۔ وزیر آباد
19	سلمان اسحاق ولد محمد اسحاق	345976	457(M)	کٹرہ مائی۔ وزیر آباد	20	حبیب الرحمان ولد محمد ابراہیم	345973	430(M,E)	مسلم ٹاؤن۔ قصور
21	عبدالستار ولد محمد اکبر	378441	404(M,E)	قصور	22	وحید صفدر ولد محمد صفدر	345957	405(M,E)	بھوماں باٹھ۔ گوجرانوالا

وفاق المدارس السلفیہ ثانویہ عامہ ۱۴۲۸ھ

نمبر شمار	نام مع ولدیت	رول نمبر	حاصل کردہ نمبر	ایڈریس	نمبر شمار	نام مع ولدیت	رول نمبر	حاصل کردہ نمبر	ایڈریس
1	حبیب الرحمان ولد محمد ابراہیم کاظم	31336	631/800	مسلم ٹاؤن۔ قصور	2	عمران شہزاد ولد شمس الدین	30060	629	ڈیفنس روڈ۔ سیالکوٹ
3	غلام دستگیر ولد محمد ارشد	30050	605	جنڈیالہ باغ والا گوجرانوالا	4	حافظ عبدالقدوس ولد محمد شفیق بٹ	30075	600	نظام آباد۔ وزیر آباد
5	بلال انور ولد محمد انور	30044	592	ڈنگہ۔ گجرات	6	محمد وقاص ولد محمد الیاس	30044	593	جہانیاں۔ خانیوال
7	حافظ عثمان ولد لیاقت علی	30052	590	شاہین آباد۔ گوجرانوالا	8	عمر فاروق ولد حافظ محمد ادریس	30080	582	نوشہرہ ورکاں
9	زمان ارشد ولد محمد ارشد	30072	582	دھونکل۔ وزیر آباد	10	حافظ کامران ولد عبدالسلام	30064	579	ماڈل کالونی۔ وزیر آباد
11	شوکت علی ولد جمال دین	30070	576	سوہدرہ۔ وزیر آباد	12	وقار اکرم ولد محمد اکرم	30047	566	تلواڑہ۔ وزیر آباد
13	حافظ وسیم ارشد ولد محمد ارشد	30054	559	بھوماں باٹھ۔ گوجرانوالا	14	محمد رضوان ولد عبدالستار عابد	30048	554	برج ارائیاں۔ ڈسکہ
15	حافظ یاسین ولد محمد خالد	30068	556	نظام آباد۔ وزیر آباد	16	اختر ضیاء الرحمان ولد نذر حسین	30069	554	کوٹلہ پیراں۔ وزیر آباد
17	صہیب ہشام ولد محمد ارشد	30076	551	تلواڑہ۔ وزیر آباد	18	انس نجیب ولد حافظ خورشید عالم	30061	551	گڑھی گوندل۔ سیالکوٹ
19	حسنین غلام محمد ولد غلام محمد	30066	542	کوٹ شیرا۔ وزیر آباد	20	حافظ رخسار ولد محمد انور	30058	540	علی پور چٹھہ۔ گوجرانوالا
21	بختاور حسین ولد محمد ریاض	30062	540	دھاروال۔ کھاریاں	22	محمد آصف ولد محمد عاشق	30078	540	جھجھ خورد۔ اوکاڑہ
23	محمد عرفان ولد محمد یوسف	30079	540	لکڑ منڈی۔ وزیر آباد	24	محمد کلیم ولد احمد حسین	30077	523	منصور والی۔ وزیر آباد
25	لقمان احمد ولد محمد ارشد	30074	529	گرجاکھ۔ گوجرانوالا	26	ہارون ایوب ولد محمد ایوب	30051	524	محلہ شاہدولہ۔ گجرات
27	حافظ اویس اسلم ولد محمد اسلم	30073	523	کنجاہ۔ گجرات	28	بشارت علی ولد عبدالرشید	30071	522	دلاور چیمہ۔ وزیر آباد
29	عثمان یونس ولد محمد یونس	30057	520	دلاور چیمہ۔ وزیر آباد	30	محسن نذیر ولد محمد نذیر	30046	514	تلواڑہ۔ وزیر آباد
31	سلمان اسحاق ولد محمد اسحاق	30065	509	کٹرہ مائی۔ وزیر آباد	32	عبدالجبار ولد عبدالرشید خان	30067	507	ماڈل کالونی۔ وزیر آباد
33	وقاص اسلم ولد محمد اسلم	30081	508	شیرا کوٹ۔ وزیر آباد	34	عبدالستار ولد محمد اکبر	30053	497	مستووال۔ چونیاں
35	وحید احمد ولد محمد صفدر	30055	460	بھوماں باٹھ۔ گوجرانوالا	36	محمد رمضان ولد عبدالقدوس	30045	431	پنڈی گھیپ۔ اٹک

جامعہ میں داخلہ مڈل کے امتحان کے فوراً بعد صرف جماعت نہم میں ہوتا ہے۔ اپنے بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کے لئے جامعہ علوم اسلامیہ وزیر آباد کا انتخاب فرمائیں۔

منجانب: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ علوم اسلامیہ۔ نصیر کالونی۔ بائی پاس۔ وزیر آباد Ph:055 64 25 175, 0300 620 7801, 0300 624 1788,0321 640 6116

شرعی اورمروّجہ تکافُل کا تقابلی جائزہ!

حافظ ذوالفقارعلی، ابوہریرہؓ شریعہ کالج لاہور

کیا نقد وقف ہوسکتا ہے؟

یہاں یہ بحث بھی بڑی اہم ہے کہ روپیہ پیسہ وقف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ تکافل کمپنی کی پوری عمارت اس پر استوار ہے لہٰذا ذیل میں ہم اس کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اکثر فقہاء اور اہل علم کی رائے میں روپے پیسے اور درہم و دینار کا وقف درست نہیں۔ چناں چہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے:

((وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: كُلُّ مَا أَمْكَنَ الِانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ أَصْلِهِ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ يَجُوزُ وَقْفُهُ، وَهَذَا قَوْلُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ أَيْضًا وَأَمَّا وَقْفُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إلَّا بِالْإِتْلَافِ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ فَغَيْرُ جَائِزٍ فِي قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ، وَالْمُرَادُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ وَمَا لَيْسَ بِحُلِيٍّ))

''امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے: کہ ہر وہ چیز جس کو باقی رکھ کر اس سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو اور اس کی بیع بھی جائز ہو تو اس کا وقف درست ہے۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ باقی اس چیز کا وقف جس کو صرف کیے بغیر اس سے استفادہ ممکن نہ ہو جیسے سونا، چاندی اور کھانے پینے کی اشیاء ہیں تو عام فقہاء کے نقطہ نظر میں یہ جائز نہیں ہے۔ سونے اور چاندی سے مراد درہم، دینار اور وہ سونا ہے جو زیور کی شکل میں نہ ہو۔''

شارح بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قال أبو حنيفة وأبو يوسف: لا يجوز وقف الحيوان والعروض والدنانير والدراهم))

[شرح صحيح البخاری : ج۸ ص۱۹۸]

''امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جانور، سامان اور درہم و دینار کا وقف جائز نہیں۔''

مشہور حنفی عالم علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((واعلم أن وقف المنقول لا يصح على أصل المذهب وأجازه محمد فيما تعارفه الناس))

[فيض الباری ج۳ص:۴۱۶]

''جان لو! اصل (حنفی) مذہب میں اشیاء منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ نے ان چیزوں میں اس کی اجازت دی ہے جن میں لوگوں کا عرف ہو جائے۔''

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَجُمْلَتُهُ أَنَّ مَا لَا يُمْكِنُ الِانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهِ، كَالدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ، وَالْمَطْعُومِ وَالْمَشْرُوبِ، وَالشَّمْعِ، وَأَشْبَاهِهِ، لَا يَصِحُّ وَقْفُهُ، فِي قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ، إلَّا شَيْئًا يُحْكَى عَنْ مَالِكٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، فِي وَقْفِ الطَّعَامِ، أَنَّهُ يَجُوزُ وَلَمْ يَحْكِهِ أَصْحَابُ مَالِكٍ وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ؛ لِأَنَّ الْوَقْفَ تَحْبِيسُ الْأَصْلِ وَتَسْبِيلُ الثَّمَرَةِ، وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إلَّا بِالْإِتْلَافِ لَا يَصِحُّ فِيهِ ذَلِكَ))

[المغنی ج۸ص: ۲۲۹]

''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو جیسے درہم و دینار، کھانا، مشروب، شمع اور اس جیسی دوسری اشیاء عام فقہاء اور اہل علم کے نزدیک ان کا وقف درست نہیں ہے۔ البتہ امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ سے کھانے کے وقف کے متعلق مروی ہے کہ یہ جائز ہے...... اس کو امام مالک کے شاگردوں نے بیان نہیں کیا...... لیکن یہ درست نہیں کیوں کہ وقف کا مطلب ہے ''اصل کو باقی رکھنا اور اس کے فائدہ کو اللہ کی راہ میں خیرات کرنا'' اور جس کو تلف کیے بغیر سے اس فائدہ لینا ممکن نہ ہو اس میں وقف صحیح نہیں ہوتا۔''

مزید لکھتے ہیں:

((وَجُمْلَةُ ذَلِكَ أَنَّ الَّذِي يَجُوزُ وَقْفُهُ ، مَا جَازَ بَيْعُهُ، وَجَازَ الِانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهِ ، وَكَانَ أَصْلًا يَبْقَى بَقَاءً مُتَّصِلًا ، كَالْعَقَارِ وَالْحَيَوَانَاتِ ، وَالسِّلَاحِ ، وَالْأَثَاثِ ، وَأَشْبَاهِ ذَلِكَ))

''وقف اس کا جائز ہے جس کی بیع اور اس کو بعینہ باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اور وہ ایسی چیز ہو جو متصل باقی رہے جیسے زمین، جانور، اسلحہ، اثاثہ اور اس قسم کی دوسری اشیاء ہیں۔'' [المغنی ج ۸ ص: ۲۳۱]

جو حضرات روپے پیسے کے وقف کو جائز سمجھتے ہیں ان میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں چنانچہ انہوں نے اس کے حق میں عنوان بھی باندھا ہے۔

((بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوضِ وَالصَّامِتِ)) [صحیح البخاری ، کتاب الوصایا]

''جانوروں، گھوڑوں، سامان اور سونے، چاندی کے وقف کا بیان۔''

استدلال کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

" أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ لَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَعْطَاهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلًا ، فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيعُهَا ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَهَا فَقَالَ : ((لَا تَبْتَعْهَا ، وَلَا تَرْجِعَنَّ فِي صَدَقَتِكَ)) "

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا رسول اللہ کو دیا تا کہ کسی آدمی کو (جہاد) فی سبیل اللہ (میں) سواری کے لیے دے دیں۔ حضرت عمر کو اطلاع ملی کہ وہ شخص اس کو فروخت کر رہا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ اسے خرید لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مت خریدیں اور اپنا صدقہ واپس نہ لیں۔''

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں امام زہری رحمہ اللہ کا یہ اثر بھی ذکر کیا ہے:

''امام زہری نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے ہزار دینار اللہ کی راہ میں دیے اور وہ اپنے تاجر غلام کو حوالے کر دیے کہ وہ ان سے تجارت کرے اور اس کا نفع مساکین اور رشتہ داروں کے لیے صدقہ کر دیا۔ کیا وہ شخص اس ہزار کے نفع سے خود کھا سکتا ہے؟ خصوصا اگر اس کا نفع مساکین کے لیے صدقہ نہ کیا ہو: امام زہری نے فرمایا اس کو (کسی صورت) یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس سے کھائے۔''

صحیح موقف:

امام بخاری رحمہ اللہ کا تَفَقُّہ فی الدین اور مقام و مرتبہ شک وشبہ سے بالاتر ہے لیکن اگر فریقین کے پیش کردہ دلائل کا باہم تقابل کیا جائے تو حسب ذیل وجوہ کی بنا پر ان حضرات کا موقف صائب معلوم ہوتا ہے جو روپے پیسے کے وقف کو جائز نہیں سمجھتے۔

① ...... تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ وقف میں اصل چیز کو باقی رکھ کر صرف اس کی منفعت خرچ کی جائے گی۔ اس کی بنیاد نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا ، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا))

[صحیح بخاری: کتاب الوصایا، باب الوقف کیف یکتب]

''اگر تو چاہے تو اس کا اصل روک لے اور اسکی منفعت (پیداوار) کو صدقہ کردے''

یہ حدیث اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وقف وہ چیز ہوسکتی ہے جس کو باقی رکھ کر فائدہ اٹھانا ممکن ہو جب کہ روپیہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہوئے کوئی فائدہ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، نہ اس کو کھایا جاسکتا ہے، نہ پہنا جاسکتا ہے، نہ اس میں رہائش رکھی جاسکتی ہے اور نہ اس پر سواری ہی کی جاسکتی ہے۔ یہ تو حصول اشیاء کا ایک وسیلہ ہے یعنی جب تک اس کو خرچ نہ کریں اس سے استفادہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روپے، پیسے کو کرائے پر دینا درست نہیں کیوں کہ کرایہ اسی چیز کا لیا جاسکتا ہے جسے صرف کیے بغیر استعمال کیا جاسکتا ہو جب کہ نقد میں یہ خوبی نہیں اس لیے اس کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر امام نووی اور علامہ ابن قدامہ رحمہما اللہ نے درہم و دینار کے وقف کا جواز ان لوگوں کا مسلک بیان کیا ہے جو ان کا کرایہ لینا جائز سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ''روضۃ الطالبین ۲/ ۴۲۵، المغنی ۸/ ۲۲۹''

جب راجح مسلک کے مطابق ان کا کرایہ درست نہیں ہے اور مروّجہ تکافل کے حامی بھی اس سے متفق ہیں اور وجہ بھی وہی بیان کرتے ہیں جو فقہائے کرام نے وقف کے عدم جواز میں کی ہے کہ نقد کو استعمال کیے بغیر فائدہ اٹھانا ممکن نہیں دیکھیے ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' ص: ۱۶۹ از مولانا تقی عثمانی۔ جب موجودہ تکافل کے مؤیدین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ روپیہ پیسہ ایسی چیز نہیں جس کو باقی رکھ کر مستفید ہوا جاسکے تو پھر فقہائے کرام کی اس شرط کہ ''وقف وہی چیز ہو سکتی ہے جو باقی رہ کر قابل فائدہ ہو'' کو نظر انداز کر کے نقد کے وقف کے جواز کا فتویٰ سمجھ سے بالاتر ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ:

جو حضرات نقد کے وقف کے قائل ہیں ان کے خیال میں روپے پیسے کو بھی باقی رکھ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ یوں کہ اس سے کاروبار کیا جائے جو نفع ہو وہ خرچ کر دیا جائے۔ مگر یہ دو وجہ سے درست نہیں ہے۔

❀...... ایک تو اس لیے کہ یہ صورت روپے پیسے کو اسکی اصل حیثیت میں باقی رکھ کر فائدہ حاصل کرنے کی نہیں اس طرح کا فائدہ تو روپے پیسے کو کرایہ پر بھی لے کر لیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ شرعاً جائز نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اس قسم کا فائدہ نقد کی تخلیق کا اصل مقصد نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے المغنی میں لکھا ہے

❀...... دوسرا اس لیے کہ روپے پیسے کو کاروبار میں لگانے سے فائدہ کی بجائے نقصان کا بھی اندیشہ ہے اور ممکن ہے وقف ختم ہی ہو جائے اس لیے یہ کہنا کہ وقف کی ہوئی رقم سے کاروبار کر کے اس کا نفع خرچ کیا جائے گا آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ ''اصل روک کر رکھو اور اس کی پیداوار خرچ کرو'' کے خلاف ہے۔

②...... جو حضرات نقد کے وقف کو ناجائز کہتے ہیں ان کا موقف درست ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قائلین نے اپنی تائید میں جو دلائل ذکر کیے ہیں وہ ثبوت کے لیے ناکافی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ایسی منقولی اشیاء کا وقف تو ثابت ہوتا ہے جن کا اپنا ذاتی استعمال ہو۔ مثلاً گھوڑا اس کا اپنا ذاتی استعمال ہے وہ ہے سواری وغیرہ لیکن نقد جس کا اپنا کوئی ذاتی استعمال نہیں کا وقف ثابت نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقد کو گھوڑے پر قیاس کیا ہے جو درست نہیں کیوں کہ دونوں میں واضح فرق ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم کی رائے میں یہ وقف تھا ہی نہیں بلکہ صدقہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو فرمایا کہ اپنا صدقہ مت خریدو مگر بیچنے والے پر پابندی نہیں لگائی، اور نہ حضرت عمر نے اس پر کوئی اعتراض ہی کیا۔ اگر یہ وقف ہوتا تو نبی ﷺ اس کو بھی منع فرما دیتے کیوں کہ وقف کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

③...... امام زہری رحمہ اللہ کا اثر بھی دلیل نہیں بن سکتا کیوں کہ یہ وقف کے بارہ میں نہیں بلکہ عام صدقہ کے متعلق ہے۔ اس کا قرینہ یہ

ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا وہ شخص اس کے نفع سے خود بھی کھا سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔اگر یہ وقف ہوتا تو یہ پابندی نہ لگاتے کیوں کہ وقف کنندہ کو شرعاً اپنے وقف سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔محدث اسماعیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زہری رحمہ اللہ کا اثر اس وقف کے خلاف ہے جس کی اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو دی تھی کہ ''اصل کو روکے رکھو اور ثمرہ خرچ کرو'' سونے چاندی سے تو تب ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب اس کو بعینہ کسی دوسری چیز کی طرف نکالا جائے، یہ ''اصل کو روکے رکھو اور ثمرہ خرچ کرو'' کی صورت نہیں بنتی۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے محدث اسماعیلی کے اعتراض کا جو جواب دیا ہے وہ صرف زیور جس کا ذاتی استعمال واضح ہے پر منطبق ہوتا ہے درہم و دینار پر نہیں، اس لیے اس کو روپے پیسے کے وقف کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

موجودہ تکافل کے حامی فتح القدیر کے حوالے سے امام زفر رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ کے فتوے کا ذکر بھی بڑی شد و مد سے کرتے ہیں کہ انہوں نے درہم و دینار کے وقف کو جائز قرار دیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ فتوی خود تکافل کمپنیوں کیخلاف جاتا ہے کیونکہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((قِيلَ وَكَيْفَ ؟ قَالَ يَدْفَعُ الدَّرَاهِمَ مُضَارَبَةً ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا فِي الْوَجْهِ الَّذِي وَقَفَ عَلَيْهِ))

''یہ کیسے ممکن ہے؟انہوں نے جواب دیا کہ وہ دراہم مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار کے لیے دے پھر ان پر صدقہ کرے جن پر وقف کیا گیا ہے۔''

جب کہ تکافل کمپنیوں کے مالکان اپنے قائم کیے ہوئے وقف سے کسی کو بطور مضاربہ رقم نہیں دیتے بلکہ خود ہی کاروبار کرتے ہیں اور اس کی باقاعدہ فیس وصول کرتے ہیں۔امام زہری رحمہ اللہ کے اثر میں بھی یہی ہے کہ اس نے غلام تاجر کو دیے تھے نہ کہ خود ہی تجارت میں لگا کر اس کے عوض فیس لینا شروع کر دی۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ جو حضرات نقد کے وقف کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر کمزور ہے۔لہٰذا تکافل کمپنیوں کی بنیاد ہی ایسے موقف پر استوار ہے جو دلائل کی قوت سے محروم ہے۔

فائدہ: یہاں یہ وضاحت کر دینی بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ تکافل کے حامیوں کی رائے میں پالیسی ہولڈرز کی اقساط سے جو حصہ وقف پول میں جاتا ہے وہ وقف کی بجائے وقف کی ملکیت ہوتا ہے جو وقف کے مصالح کے علاوہ ان لوگوں پر خرچ ہوگا جن کے لیے وقف قائم کیا گیا ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔سوڈان کے معروف عالم پروفیسر صدیق محمد امین ضریر کے نزدیک اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

((ومالم يأت الباحث بدليل على أن ما يتبرع للوقف يصرف للموقوف عليهم فأن تأصيل التأمين التكافلي على أساس الوقف ينهار من أساسه)) [تعقيب عن بحث تأصيل التأمين التكافلى على أساس الوقف والحاجة الداعية اليه]

''جب تک محقق صاحب (مولانا تقی عثمانی صاحب) اس بات کی دلیل پیش نہیں کرتے کہ جو عطیہ وقف کو دیا جاتا ہے وہ ان لوگوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے جن کے لیے وقف کیا گیا ہو تو وقف کی بنیاد پر تکافلی انشورنس کا اصول اپنی بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔''

فائدہ: یہاں اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دنیا میں مروّجہ تکافل کی سب سے پہلی کمپنی سوڈان میں ۱۹۷۹ء میں صدیق محمد امین کی زیرنگرانی قائم ہوئی تھی لیکن اس کی بنیاد وقف کی بجائے تبرُّع پر تھی۔مگر اس کو وقف کی بنیاد پر قائم تکافل کمپنیوں کے مفتیان کرام جائز نہیں سمجھتے۔

بعض تحقیق طلب مسائل:

مروجہ اسلامی انشورنس میں ایلوکیشن اور ایڈمن فیس کے نام پر وصولی بھی غور طلب پہلو ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہے کہ پہلے سال قسط کی ستاسی (یہ زیادہ سے زیادہ ہے) دوسرے سال

ہیں جب کہ تیسرے سال دس فیصد رقم ایلوکیشن فیس کے نام پر کاٹ لی جاتی ہے یہ ساری رقم کنسلٹنٹ جو گاہک گھیر کر لاتا ہے اور برانچ ذمہ داران کی جیبوں میں جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو روائتی انشورنس کا ہے کہ پہلی قسط کا معتد بہ حصہ انشورنس کمپنی کے ایجنٹ کو دے دیا جاتا ہے۔ جب نام نہاد اسلامی انشورنس نظریاتی مرحلہ میں تھی تب یہ کہا جاتا تھا کہ روائتی انشورنس میں یہ ظلم ہوتا ہے کہ پہلی قسط تقریبا پوری کی پوری ایجنٹ کی جیب میں چلی جاتی ہے جبکہ تکافل میں یہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب عملی مرحلہ آیا تو نام نہاد اسلامی انشورنس نے بھی وہی راستہ اختیار کیا۔ ہمارے خیال میں یہ پالیسی ہولڈر کے ساتھ زیادتی ہے وہ اس طرح کہ اگر وہ ایک قسط ادا کرنے کے بعد تکافل کمپنی کو الوداع کہتا ہے تو قواعد وضوابط کے مطابق اس کو صرف وہ رقم ملتی ہے جو انوسٹمنٹ کھاتے میں جمع ہو یا پھر اس سے حاصل ہونے والا نفع۔ اب ستاسی فیصد تو ایلوکیشن فیس کے نام پر پہلے ہی الگ کیا جا چکا ہے باقی تیرہ فیصد بچا اس میں سے آدھا وقف میں چلا گیا جو شرعا واپس نہیں لیا جا سکتا۔ جو باقی رہ گیا اس میں سے ڈیڑھ فیصد مینجمنٹ اور ۶۵ سے لیکر ایک سو دس تک ماہانہ ایڈمن فیس بھی لی جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر کے ہاتھ کیا آیا؟ تکافل کمپنی کے تنخواہ دار شریعہ بورڈ کے مفتیان کرام کا ایک عدد فتوی اور اس کے نتیجے میں اسلام کے نظام تکافل کے متعلق پیدا ہونے والی بدگمانی کہ یہ بھی استحصال پر مبنی نظام ہے۔ (اعاذ نا اللہ منہ)

ایلوکیشن فیس کی اس کے علاوہ کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی کہ یہ مختلف حربوں سے مال کھانے کی بدترین شکل ہے۔ مروجہ تکافل کے حامی بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ ہم ہر بات پہلے بتا دیتے ہیں۔ نا جائز تو تب ہو جب کوئی بات خفیہ رکھی جائے۔ یہ انتہائی لغو قسم کا استدلال ہے۔ کیا بتا کر باطل طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ نا جائز کاروبار میں ملوث لوگوں کی اکثریت بھی یہی کہتی ہے کہ ہم ہر بات پہلے طے کرتے ہیں، پھر یہ نا جائز کیسے؟ کیا تکافل کے حامی اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ فقہاءِ اسلام نے بعض معاملات محض اس لیے نا جائز قرار دیے ہیں کہ ان سے کسی ایک فریق کو نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ مروجہ تکافل روائتی انشورنس کا ہی چربہ ہے مگر تاویلات کے ذریعے اس کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔

❀❀............❀............❀❀

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی رحمہ اللہ

۱۲۴۵ھ ۱۳۲۷ھ

۱۸۲۹ء ۱۹۱۰ء

عبدالرشید عراقی

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ (م ۱۹۲۲ء) فرماتے ہیں:

الشیخ الامام العلامہ المحدث القاضی حسین بن محسن بن محمد بن مہدی بن ابی بکر بن محمد بن عثمان بن محمد بن عمر بن محمد بن مہدی بن حسین بن احمد بن حسین بن ابراہیم بن ادریس بن تقی الدین بن سبیع بن عامر بن عتبہ بن ثعلبہ بن عوف بن مالک بن عمرو بن کعب بن الخزرج بن سعد الانصاری الصحابی۔[نزهة الخواطر: ۱۱۱/۸]

حضرت علامہ حسین بن محسن کے آباء و اجداد غالباً حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی دوسری یا تیسری پشت کے بعد مدینہ سے یمن منتقل ہوئے۔ ان کا خاندان برابر یمن میں سکونت پذیر رہا۔ اہل یمن کے بارے میں زبانِ نبوت سے یہ الفاظ ارشاد ہوئے ہیں:

《 اتـاكم اهل اليمن هم أرق أفئدة والين قلوبا الايمان يمان والحكمة يمانيةٌ 》[صحیح بخاری: ٤٣٨٨]

''تمہارے یہاں اہل یمن آئے ہیں۔ بڑے رقیق القلب، نرم دل ہیں، ایمان تو یمنی ہے۔ اور حکمت یمن کی خصوصیت ہے۔''

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود ان کے علم وفضل کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں نے علامہ حسین بن محسن الیمانی کو علم اور عمل کا جامع پایا۔ شیخ قوی الوجود، عظیم الشان اور بلند مرتبے کے حامل ایسے سمندر تھے جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔ آپ محدث، محقق اور کتاب اللہ کے معانی کی وضاحت کرنے والے، اصولِ حدیث، علل حدیث، رجال حدیث کے عالم، علم اصول حدیث اور لغت کے ماہر تھے۔ سنن ابی داود اور دیگر کتب حدیث پر ان کی مختلف تعلیقات ہیں۔ اور بہت سے مفید رسائل علم حدیث کے مباحث پر ہیں۔''[غاية المقصود، ج:١، ص:٧١]

محی السنۃ امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''شیخ حسین بن محسن انصاری حدیثی علوم میں ہمارے استاد ہیں۔ طلباء کے لیے بڑی غنیمت اور راحلین کے لیے عظیم نعمت ہیں۔''

[ابجد العلوم، ج:٣، ص:٢١٢، ٢١٣]

ولادت اور تعلیم:

علامہ حسین بن محسن ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء کو یمن کے شہر الحدیدہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے یمن کے جلیل القدر اساتذہ فن سے علوم اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ فقہی مسلک کے اعتبار سے شافعی المذہب تھے۔ فراغت تعلیم کے بعد حدیدہ کے قاضی مقرر ہوئے اور چار سال تک آپ قاضی کے عہدہ پر متمکن رہے۔ اور ایک مسئلہ کے بارے میں حدیدہ کے حاکم سے اختلاف ہوجانے کی وجہ سے قاضی کے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ حاکم حدیدہ نے آپ کو بہت زیادہ پریشان کیا۔ لیکن آپ نے اس کی مرضی کے مطابق فتویٰ دینے سے انکار کردیا۔

ہندوستان آمد:

جب آپ قاضی کے منصب سے مستعفی ہوگئے تو آپ

ہندوستان (ریاست بھوپال) تشریف لے آئے۔ اس وقت نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ بھوپال کی حکمران تھیں۔ دو سال تک آپ کا قیام بھوپال میں رہا۔ اس کے بعد واپس اپنے وطن تشریف لے گئے۔ پانچ سال اپنے وطن میں قیام کرنے کے بعد دوبارہ بھوپال تشریف لائے۔ اس وقت نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ وفات پا چکی تھیں اور نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ سریرآرائے سلطنت تھیں۔

اس بار آپ نے بھوپال میں چار سال قیام کیا اور پھر اپنے وطن حدیدہ واپس چلے گئے۔ اور پانچ سال اپنے وطن میں قیام کے بعد تیسری بار بھوپال تشریف لائے اور مستقلاً بھوپال کو اپنا وطن بنالیا۔ اس اقامت کے زمانہ میں ہندوستان کے تمام علاقوں میں ان کی شہرت ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے حدیث میں ان سے استفادہ کیا۔

[نزهة الخواطر : ۸/۱۱۳]

درس وتدریس کا سلسلہ:

علامہ حسین بن محسن رحمہ اللہ نے جب بھوپال میں مستقل سکونت اختیار کرلی تو درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تدریس میں خاص کر حدیث نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھا۔ حدیث سے ان کو خاص شغف تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) اپنے والد محترم مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (م۱۹۲۲ء) کے حالات میں علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی کے درس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بھوپال کے قیام کی بڑی غرض وغایت اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ اور فائدہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کے درس حدیث میں شرکت اور ان سے استفادہ تھا۔ شیخ حسین بن محسن کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ اور اس نے ان جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کردی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علوّ سند اور کتب حدیث ورجال پر عبور کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شیخ حسین بہ یک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے اور ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔

یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ وصحبت، غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آرہی ہے (میرے اُستاد حدیث مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء شیخ صاحب کے شاگرد تھے، فرماتے تھے کہ فتح الباری جس کی ۱۳ ضخیم جلدیں ہیں اور ایک مقدمہ علیحدہ جلد ہے، شیخ صاحب کو تقریباً حفظ تھی۔) سالہا سال تک درس وتدریس کے مشغلے اور طویل مزاولت اور ان یمنی خصوصیات کی بنا پر جن کی ایمان وحکمت کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے، حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرگیا تھا۔ ان کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے۔ وہ ہندوستان آئے تو علماء وفضلاء (جن میں بہت سے صاحب درس وتصنیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔ تلامذہ نواب صدیق حسن خاں، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جے راج پوری، نواب وقارنواز جنگ، مولوی وحید الزمان حیدرآبادی، علامہ محمد طیب مکی، شیخ ابوالخیر احمد مکی، شیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن نجدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

[حیات عبدالحی، ص:۶۳، ۶۴، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۰ء]

علامہ سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء) کہتے ہیں:

''علمائے اہل حدیث کی تدریسی وتصنیفی خدمات بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کررہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔'' [تراجم علمائے حدیث ہند، مقدمہ، ص:۳۶]

دیگر تلامذہ:

علامہ حسین بن محسن انصاری کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔

متعدد تلامذہ جن کا ذکر مولانا علی میاں مرحوم نے اوپر کیا ہے ان کے علاوہ چند اور بھی مشہور علمائے اہل حدیث نے علامہ حسین بن محسن سے حدیث میں استفادہ کیا۔ جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔

مولانا سید شریف حسین بن مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا حافظ عبدالوہاب نابینا دہلوی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی، مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی، مولانا محمد یونس رئیس تاولی، مولانا سید عبدالباقی سہسوانی، مولانا سید عبدالعزیز صمدانی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا ابومسعود قمر بنارسی، مولانا حیات محمد بنارسی، مولانا ابوالعلی عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری صاحب سیرۃ البخاری اور مولانا عبدالحمید سوہدروی (والد مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی) رحمہم اللہ اجمعین۔

(یہ نام تراجم علمائے حدیث ہند مصنفہ مولانا ابویحیٰی امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) سے نقل کیے گئے ہیں۔)

تصانیف:

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

''علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری رحمہ اللہ کو تالیف کتب سے کوئی زیادہ شغل نہیں تھا۔ تاہم آپ نے جو رسائل تالیف فرمائے ان میں زیادہ تر ضائع ہوگئے۔ لیکن جو رسائل ملتے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ البیان المکمل فی تحقیق الشاذ والمعلل (عربی)

اس کتاب میں شاذ اور معلل کی تعریف میں جو علمائے مصطلحین کے اختلافات ہیں ان کو نقل کرکے محاکمہ کیا گیا ہے۔ نیز ایسی احادیث کی حجیت وعدم حجیت پر بحث کی ہے۔ (صفحات ۵۸ مطبع جامعہ سلفیہ بنارس طبع ثالث ۱۴۱۰ھ)

۲۔ التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات المرضیۃ (عربی)

۳۔ تعلیقات علی سنن ابی داود (عربی)

٤۔ تعلیقات علی سنن نسائی (عربی)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء) نے اپنی شرح سنن نسائی بنام التعلیقات السّلفیہ میں مکمل شامل کردیا ہے۔

۵۔ مجموعہ فتاویٰ

٦۔ القول الحسنی المتین فی ندب المصافحۃ بالید الیمنٰی (عربی)

صفحات ۱۲، مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۰ھ

۷۔ الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی (عربی، اردو)

صفحات ۲۰، مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۱ھ۔ [جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۶۸، ۶۹، ۳۱۲، ۳۴۹، ۴۳۱]

وفات:

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی نے یکم جمادی الثانیہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۱۰ء بروز جمعہ بھوپال میں وفات پائی۔

[غایۃ المقصود، ج: ۱، ص: ۷۱]

❀❀............❀............❀❀

پروفیسر مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی کا مکتوب

ذیل میں مولانا عبدالعزیز سعیدی مرحوم ومغفور کے صاحب زادۂ گرامی جناب پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی کا مکتوب شائع کیا جارہا ہے جو انھوں نے ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' اور ''سوانح صوفی محمد عبداللہ'' پڑھ کر ان کے مصنف بھٹی صاحب کو ارسال کیا۔

ان دونوں کتابوں کی اشاعت کی سعادت مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور، کو حاصل ہوئی۔ الحمدللہ علی ذلک [ادارہ]

گرامی قدر محترم المقام جناب مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب حفظہ اللہ بطول حیاتہ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کے علم، عمل اور عمر میں برکت فرمائے اور جماعت کی جو تاریخی خدمت آپ سرانجام دے رہے ہیں، آپ کو اس کی مزید توفیق دے اور آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

گزشتہ دنوں آپ کی تصنیف ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری'' کے بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب بھی آپ کے معروف ودلچسپ ودل پسند انداز پر لکھی گئی۔ حیرت اور خوشی ہوئی کہ آپ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی وفات سے طویل عرصے کے بعد جب کہ آپ کے پاس براہ راست مفصل معلومات اور معلومات کے کچھ ذرائع نہ تھے، قاضی صاحب کے خانوادہ سے چند صفحات کا مضمون لے کر اس کی روشنی میں سفر شروع کیا۔ پھر ریاست پٹیالہ اور اس کے متعلق مفید معلومات، وہاں کے سکھ راجاؤں کی الف سے یا تک کی سرگزشت، ان کی رفاہی خدمات، پھر بڈھیمال وغیرہ اور قاضی صاحب کے معاصرین، ان کے آباواجداد کے تعارف، ان کے خواب اور سلامنہ اربعہ کا حسین تذکرہ، ساتھ ساتھ اپنی قلت معلومات کا اعتراف کرتے کرتے، بات کو بڑھاتے پھیلاتے ایک ضخیم کتاب مکمل کرنے میں آپ ماشاء اللہ کامیاب رہے۔ بلکہ قاضی صاحب کے اشعار نقل کرنے کے بعد آپ نے جہاں لکھا کہ ''میں نے تو مکھی پر مکھی مارنے کی کوشش کی ہے۔ معلوم نہیں ساری مکھیاں مرگئیں یا ان کے مرنے میں کوئی کسر رہ گئی ہے۔''

اس جملے پر خوب ہنسی آئی، آپ کو داد دی بلکہ میں تو کہوں گا کہ آپ نے پوری کتاب میں ہی مکھیاں ماری ہیں اور کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اللہ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ ایک بات کو لے کر ایسا پھیلاتے ہیں کہ قاری کو اُکتانے نہیں ہونے دیتے۔ انداز بیان بالکل سادہ اور مسلسل ہے۔ بعض باتوں میں اگر کہیں تکرار آیا بھی ہے تو بات کو ہر جگہ مختلف انداز سے لکھنے کا اللہ نے آپ کو سلیقہ بھی دیا ہے۔

کتاب پڑھنے کے دوران قاضی صاحب رحمہ اللہ سے دلی عقیدت میں بہت اضافہ ہوا۔ ان کے علمی مرتبہ ومقام کے ساتھ ساتھ ان کی خشیت الٰہی کا پتا چلا۔ غایت المرام میں مرزا قادیانی کے متعلق تین پیش گوئیوں سے ان کے نورِ بصیرت کا بھی پتا چلا۔ رحمۃ للعالمین کی اہمیت وقدر بھی خوب واضح ہوئی۔

بلاشبہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ایک عظیم شخصیت تھے۔ اللہ کریم ان پر بے شمار رحمتیں فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر بہت بڑی تاریخی خدمت سرانجام دی ہے۔ اس سے قبل ان کا مکمل تعارف نہیں کرایا گیا، اگر آپ بھی یہ کام نہ کرتے تو شاید یہ کام رہ ہی جاتا۔ اللہ کریم آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور آپ کے لیے اسے توشہ آخرت بنائے، آمین۔

اس کتاب سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت وعظمت کے بہت سے پوشیدہ گوشے اور معلومات واضح ہوئیں اور آپ نے کتاب لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ یہاں مجھے وہ حدیث بھی یاد آئی کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ آپ کی سواری کس قدر عمدہ اور بہترین ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سوار بھی دیکھو کتنا عظم ہے۔ اسی طرح یہ کتاب کتنی خوب صورت، مفید اور معلوماتی ہے۔ جہاں قاضی صاحب رحمہ اللہ عظیم ہیں اس کے ساتھ ساتھ لکھنے والے بھی انتہائی خوش قسمت اور عظیم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم اس کتاب کو آپ کی باقی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

آپ کی اس کتاب کے بعد ''صوفی محمد عبداللہ'' بھی پڑھنے کا موقع ملا اور میں یہ پڑھ کر حیران ومتاسف بھی ہوا کہ کتاب کا اوّلیں مسودہ تکمیل کے بعد لا پتا ہو گیا۔ کسی مصنف کی کوئی تحریر خواہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو گم ہو جائے تو اس کا بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ مصنف اور لکھاری لوگ ہی کر سکتے ہیں بالخصوص کوئی تاریخی کتاب جو متنوع معلومات پر مشتمل ہوتی ہے، مصنف کے لیے دوبارہ ان مصادر تک رسائی اور دوبارہ ان معلومات کا حصول انتہائی مشکل کام ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ نے ہمت کر کے دوبارہ کتاب کو مرتب کر لیا اور یقیناً

نقاش نقش ثانی بہتر کشد از اوّل

کے مصداق نہ صرف مکمل بلکہ بہت ہی بہتر اور جامع شکل میں سامنے آئی۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ آپ ہی کا حوصلہ اور آپ ہی کا کام تھا۔ ان چند سطور کے ذریعے آپ سے تعلق کا اظہار اور آپ کے حق میں دعا اور کسی حد تک حوصلہ افزائی مقصود ہے۔ اگرچہ آپ کو حوصلہ افزائی کی ضرورت نہیں اور بالعموم اس سلسلے میں آپ کو لوگوں کی طرف سے سرد مہری (خشکی) کا ہی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر آپ کے لیے دعا کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔ ہاں! آپ نے قاضی صاحب کی ایک دعا نقل کی ہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، بِکُلِّ حَرْفٍ اَنْزَلْتَهٗ مِنَ الْقُرْآنِ، فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ، بَلِّغْ مِنِّیْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ تَحِیَّةً وَسَلَاماً۔

یہ دعا تا حال حدیث کی کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری تاہم میں نے اسے دعا کی حیثیت سے یاد کر کے اپنا مستقل معمول بنا لیا ہے۔ والحمد للہ

آپ انتہائی مصروف آدمی ہیں، میں نے شاید بے مقصد سی تحریر لکھ کر آپ کا قیمتی وقت چھین لیا، معذرت خواہ ہوں۔

کتاب ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' پڑھنے کے بعد میں نے اپنے ایک دینی بھائی ملک حاجی عبدالرزاق صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کو پڑھنے کے لیے دی اور ان کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دلائی۔ وہ بھی باقاعدہ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ روز آ کر اس کے پڑھے ہوئے حصے پر تبصرے کرتے ہیں۔ آپ کے مدح سرا ہیں۔ سلام کہتے ہیں۔

کتاب پڑھ کر وہ آپ سے ملاقات کے شائق ہیں۔ بالعموم سفر سے گھبراتے بھی ہیں۔ دیکھیں کب، کہاں اور کیسے ملاقات کریں؟

ان کی طرف سے بہت بہت سلام اور دعائیں۔

اللہ کریم آپ کو دارین کی فلاح سے نوازے، آمین۔

والسلام

دعا گو و دعا جو

ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

دارالسعادۃ۔ اندرونِ قلعہ منکیرہ ضلع بھکر

پوسٹ کوڈ 30060۔ 10 اگست 2008ء



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

صحن حرم

مؤلف: یونس بصیر

صفحات: ۳۲۰

قیمت: درج نہیں

ناشر: صوفی سنز پبلشرز۔۱۶۔اردو بازار لاہور

بہتر کاغذ، اچھی کمپوزنگ، مضبوط جلد، دیدہ زیب سرورق

تبصرۂ نگار: محمد اسحاق بھٹی

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی توفیق عطا فرمائی اور پھر انھوں نے جو کچھ اس ارضِ مقدس میں دیکھا، جن حالات سے دن اس دیار پاک میں گزرے، جن مقامات کی زیارت سے سعادت اندوز ہوئے اور اس سے جو تاثرات ان کے قلب وذہن پر ابھرے، انھیں قلم وقرطاس کے ذریعے سے کتابی شکل میں لوگوں کے سامنے رکھ دیا تاکہ وہ اس سے مستفید ہوں اور وہاں کی حاضری کا شوق ان کے دلوں میں کروٹ لے۔ انہی عالی بخت حضرات میں ہمارے دوست جناب یونس بصیر صاحب کا شمار ہوتا ہے۔

انھوں نے اپنے تاثرات حج وزیارت اس انداز سے صفحاتِ قرطاس پر مرتسم کیے ہیں کہ ان کا قلم ہر سطر پر فرطِ عقیدت سے جھکا ہوا ہے اور ہر لفظ میں ان مقاماتِ ذی تکریم کی بے پناہ محبت اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ حج بیت اللہ اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنی رقم عطا فرمادے، جس سے وہاں آنے جانے اور وہاں کے اخراجات پورا کرنے کی سہولت حاصل ہو، اس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔ حج کے چند ارکان ہیں جن کو ادا کرنا تکمیل حج کے لیے ضروری ہے۔ کچھ مقامات پر جانا، وہاں وقت مقررہ تک ٹھہرنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا لازمی ہے۔ زیرنظر کتاب ''صحن حرم'' میں ان مقامات کا مناسب تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور وہاں انسان پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے، اس کا خوب صورت الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً منی، عرفات، مزدلفہ کا تذکرہ۔ طواف وسعی کا ذکر پرتاثیر اسلوب میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔

پھر مصنف نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جن مقامات کی زیارت کی مثلاً غارِ حرا، قبرستان، جنت المعلیٰ، میدانِ احد، مسجد قباء، جنت البقیع وغیرہ کی تفصیل جس نہج سے رقم کی گئی ہے، اس سے وہاں پہنچنے کا شوق قاری کے قلب وروح سے انگڑائی لینے لگتا ہے۔

پڑھنے والوں کو اس کتاب سے بہت سی چیزیں حاصل ہوں گی اور ان کی معلومات کا دائرہ بڑھے گا۔ علاوہ ازیں انھیں ادب وانشا کی چاشنی بھی حاصل ہوگی۔ کتاب ناشر کے علاوہ فاضل مصنف کے گھر ا۔K / ۱۷ واپڈا ٹاؤن لاہور سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مصنف کے گھر کا ٹیلی فون نمبر ۵۱۸۹۸۱۷ ہے۔

حجیت حدیث

تالیف: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ضخامت: ۱۶۵ صفحات

قیمت: ۱۴۰ روپے

ناشر: مکتبہ محمدیہ، قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ کریم جل جلالہ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام

نے اپنے ربّ تعالیٰ کی دی گئی ہدایت ورہنمائی کو اپنی اپنی امتوں کے لیے پیش فرما کر اپنا حق منصب ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول اور نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کو قرآنِ کریم کی صورت میں اپنے اس آخری محبوب نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔ قرآنی تعلیم کی نورانی آیات پرعمل کر کے اور اس کی تعلیمات کی ضوفشانیاں جب آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش فرمائیں تو آپ ﷺ کے عمل کو سنت قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کی زبانِ اطہر سے جو الفاظ نکلتے تھے انھیں حدیث رسول قرار دیا گیا۔ گویا قرآنِ کریم کی چلتی پھرتی تصویر جناب رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ٹھہری۔

اسی طرح حدیث رسول کو قرآنِ کریم کی تشریح قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ احادیث رسول کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ انسان تمام ائمہ اور پیشوایانِ قوم کے اقوال ٹھکرا کر حدیث رسول کو اپنا لے تو یقیناً یہ کامیابی کا زینہ ہوگا۔ زیرتبصرہ کتاب کے مؤلف، محدثِ ملک شام علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ ہیں۔ انھوں نے حدیث رسول پر جس طرح محنت ومشقت سے کام کیا ہے۔ صحیح وضعیف احادیث کی جس طرح نشان دہی فرمائی ہے وہ ایک منفرد کام ہی نہیں بلکہ احادیث رسول ﷺ سے ان کا شغف، جناب نبی آخرالزماں ﷺ سے محبت کا اظہار بھی ہے۔

کتاب ہذا ان کے تین رسالوں کا عربی سے اردو ترجمہ ہے۔ پہلا رسالہ ''اسلام میں سنت نبوی کا مقام اور صرف قرآنِ کریم پر اکتفا کی تردید'' بارے ہے۔ دوسرا رسالہ ''عقائد میں حدیث آحاد سے استدلال واجب ہے اور مخالفین کے شبہات کا ازالہ'' کے موضوع پر ہے۔ تیسرے وآخری رسالے کا موضوع ہے ''عقائد واحکام کے لیے حدیث ایک مستقل حجت''۔ عربی سے اردو ترجمہ مولانا عبدالوہاب حجازی اور مولانا بدرالزماں نیپالی صاحبان کا ہے۔ اس کی تخریج وتصحیح کے فرائض مولانا عبدالصمد ریالوی صاحب نے انجام دیے ہیں۔

حجیت حدیث کے سلسلے کی یہ ایک مفید کتاب کہی جاسکتی ہے۔

کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد، کاغذ آف وائٹ میٹ استعمال کیا گیا ہے۔ تمام اسلامی کتب خانوں سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔

توحیداورشرک کی حقیقت

تالیف: پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

ضخامت: ۱۱۷صفحات

قیمت: ۶۰ روپے

ناشر: حامد اکیڈمی، محلّہ کٹڑہ مائی، وزیرآباد ضلع گوجراں والا

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کے کاموں اور اس کے فیصلوں اور حکموں کے مقابل ایسی ہی صفات کسی پیر، پیغمبر، جن، فرشتے یا کسی بت وغیرہ میں ماننا یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد، یکتا، داتا، رازق، مالک ومختار ماننا، ہر چیز کا مالک وخالق، حتی کہ ساری کائنات میں اکیلا معبود صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کو ماننا یہ توحید ہے۔

توحید روشنی، توحید رحمت، توحید برکت ہے۔ جب کہ شرک ظلم عظیم، اندھیرا، اور بربادی کا دوسرا نام ہے۔

زیرتبصرہ کتاب شرک اور توحید کی حقیقت جیسے موضوع پر ترتیب دی گئی ہے۔ اس چھوٹی سی اور مفید کتاب میں توحید کی اقسام اور شرک جیسے قبیح عمل کے بارے خاصی تفصیل آ گئی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا مسلک اہل حدیث کے ایک نامور مبلغ، لیکچرار اور منجھے ہوئے دینی سکالر ہیں۔ تصنیف وتالیف میں عمدہ شغف رکھتے ہیں۔ ان کے قلم گوہر بار سے اب تک تفسیر سورۂ یوسف، خطبات آیت الکرسی، خطبات وتفسیر سورۂ فاتحہ، خطبات وتفسیر سورۂ مریم، اسی طرح سورۃ التکاثر، سورۂ نور، سورۂ یٰس، سورۂ کہف وغیرہم پر خطیبانہ انداز میں خطبات وتفاسیر شائع ہوچکی ہیں۔

طلباء وخطباء حضرات کے لیے یکساں مفید ہیں۔ اردو بازار لاہور کے اہل حدیث کتب خانوں پر دستیاب ہیں۔



فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۸ء۲۹۷ محمد داود غزنوی، مترجم: قاری سیف اللہ ساجد قصوری
د۴۵ت تحفۃ الاحادیث، ص:۱۰۴، ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر دارالسلام السّلفیہ قصور۲۰۰۳ء

۲۸ء۲۹۷ رضی الدین حسن بن حسن صغانی، مترجم: مولوی خرم علی بلہوری
ص۶۹۵ت تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار، ص:۵۳۳، مطبع مقبول احمد منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۸۹ء

۲۸ء۲۹۷ محمد عبدالقیوم
ع۲۸ل لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ترجمہ لابواب النار جنۃ، ص:۲۵۴ مطبع قیومی واقع کانپور ۱۹۲۳ء

۲۸ء۲۹۷ عبدالرشید تونسوی
ع۳۶۵ا احادیث قدسیہ، ص:۳۹۱، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۵ء

۲۸ء۲۹۷ حافظ ابن حجر عسقلانی، مترجم: حافظ عمران ایوب لاہوری
ع۹۴۲ف فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام، ص:۸۶۹، فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۶ء

۲۸ء۲۹۷ چوہدری عبدالحفیظ
ع۲۸س سلامتی کی راہیں، ص:۳۱، شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور۔س،ن

۲۸ء۲۹۷ محمد عوامہ، مترجم: حافظ خالد محمود خضر
ع۹۶۶ا ۱۰۰ احادیث قدسیہ، ص:۱۵۲، نور اسلام اکیڈمی لاہور ۲۰۰۲ء

۲۸ء۲۹۷ محمد محبوب علی خان رضوی
ع۹۱۱ف فضائل مدینہ، ص:۴۸، رضا پبلی کیشنز لاہور۔س،ن

۲۸ء۲۹۷ حمزہ محمد صالح عجاج
ع۶۳۳ر رسول کریم ﷺ کی ۵۵ نصیحتیں، ص:۵۶، فرنٹیئر پبلشنگ لاہور۔س،ن

۲۸ء۲۹۷ عبدالرشید عراقی
ع۶۵۲ا اسلام میں سنت کا مقام، ص:۴۸، ادارہ احیاء التراث اہل السنہ وزیرآباد ۲۰۰۴ء

۲۸ء۲۹۷ فیوض الرحمٰن
ف۹۹۵چ چالیس حدیثیں، ص:۴۸، جمعیت قوت اسلام لاہور۔ س،ن

۲۸ء۲۹۷ سیف الرحمٰن الفلاح
ف۸۴۳گ گلدستہ حدیث، ص:۳۶، مرکز دعوت اسلامیہ اوکاڑہ۔ س،ن

۲۸ء۲۹۷ علامہ عبدالعظیم المنذری، مترجم: عبدالقہار بن عبدالوہاب محدث دہلوی
۲۸ء۲۹۷ ترغیب وترہیب، مترجم: ج:۳، اشاعۃ الکتاب والسنہ کراچی ۱۹۸۳ء

۲۸ء۲۹۷ علامہ عبدالعظیم المنذری، مترجم: مولوی محمد عبداللہ دہلوی
م۷۱۵ا انتخاب الترغیب والترہیب، ج:۳، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۳ء

۲۸ء۲۹۷ حافظ محمد عبدالکریم مسلم
م۶۲۸ق قاطع حجۃ الفجار بہ بیان سنت سید الابرار، ص:۴۰، فاروقی کتب خانہ ملتان۔س،ن

۲۸ء۲۹۷ سید منیر علی جعفری
م۷۷س سراج المنیر، ص:۲۲۴، ادارہ منیر الادب کراچی ۱۹۸۶ء

۲۸ء۲۹۷ امام محمد بن عبدالوہاب، مترجم: عبدالستار قاسم
م۲۸۱ن نصیحۃ المسلمین، ص:۲۹۹، اشاعۃ القرآن والسنہ لاہور ۱۹۸۵ء

۲۸ء۲۹۷ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، مترجم: مختار احمد الندوی السّلفی
م۲۸۱ن نصیحۃ المسلمین، ص:۲۱۶، الدار السّلفیہ مومن پورہ بمبئی ۱۹۸۰ء

۲۸ ۲۹۷ء حافظ عبدالغنی، مترجم: عبدالمجید سوہدروی
م ۶۹۵ا انتخاب صحیحین، ص:۲۱۲، سلمان کمپنی سوہدرہ گوجراں والا س، ن
۲۸ ۲۹۷ء مولوی نیاز علی
ن ۹۲ا انتخاب صحاح ستہ، ص:۲۶۸، چلڈرن قرآن سوسائٹی لاہور ۱۹۸۵ء
۲۸ ۲۹۷ء محمد بن محمد الباقری، مترجم: محمد سلیمان کیلانی
م ۲۸م مسند اہل البیت، ص:۷۸۳، ایم شمس الدین تاجر کتب لاہور۔ س، ن
۲۸ ۲۹۷ء امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
ن ۹۱ا اربعین نووی، ص:۹۶، فاروقی کتب خانہ لاہور۔ س، ن
۲۸ ۲۹۷ء ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (مجموعہ ۵ کتب)
ن ۹۱ل (۱) لباب الاخبار فی بیان احادیث سید المختار، ص:۴۰، مطبع اسلامیہ لاہور۔ س، ن
(۲) اسعاد العباد بحقوق الوالدین نواب صدیق حسن خان
(۳) سوانح عمری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(۴) گلزار حسین شرح سرّ شہادتین، مولوی محمد حسین
(۵) گلزار ابراہیم خلیل اللہ وحضرت اسماعیل ذبیح اللہ مولوی محمد حسین
۲۸۶ ۲۹۷ء ڈاکٹر محمد اسحاق
ا۳۸۷ ح حق بات، ص:۶۴، ادارہ اشاعت اسلام علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۹۸۵ء
۲۸۶ ۲۹۷ء علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
ا۶۳۴ا احادیث ضعیفہ کا مجموعہ، ص:۱۴۱، میاں حبیب الرحمٰن جاوید فیصل آباد ۱۴۱۳ھ
۲۸۶ ۲۹۷ء مولانا عبدالسلام رحمانی
ر ۵۱۴ض ضعیف وموضوع روایات، ص:۱۴۴، مجلس تحقیق الاسلامی تلسی پور یوپی ۱۹۹۹ء

۲۸۹ ۲۹۷ء محمد عبدہ الفلاح
ف ۸۴۳ص صحاح ستہ اوران کے مؤلفین، ص:۱۷۶، ادارہ علوم اثریہ لائل پور۔ س، ن
۲۸۹ ۲۹۷ء مولانا محمد حنیف ندوی
ن ۳۷م مطالعہ حدیث، ص:۲۱۵، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۹ء
۲۹ ۲۹۷ء حافظ محمد ایوب صاحب (مجموعہ ۴ کتب)
ا۹۸ا (۱) فتنہ انکار حدیث، ص:۱۰۴، مکتبہ رازی کراچی۔ س، ن
(۲) منکرین حدیث اور قربانی، حافظ محمد ایوب
(۳) حدیث کی تدوین عہد صحابہ اور تابعین میں، حکیم عبدالشکور
(۴) الجواب المفید فی حکم التصویر ورسالہ تجث فی مسائل الحجاب والسفور، عبدالعزیز بن باز
۲۹ ۲۹۷ء الٰہی بخش بہاری
ا۶۵ ح حدیقہ محدثین، ص:۵۲، جدید کتب خانہ گجرات۔ س، ن
۲۹ ۲۹۷ء ڈاکٹر غلام جیلانی برق
ب ۱۴ت تاریخ حدیث، ص:۲۰۴، مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۱۹۸۸ء
۲۹ ۲۹۷ء سید مناظر احسن گیلانی کا مضمون
ت ۴۰۶ت تدوین حدیث، ترجمان القرآن اور برہان دہلی
۲۹ ۲۹۷ء مولانا تقی الدین ندوی
ت ۶۶م محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے، ص:۲۵۶، ابوسعد اعظمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۶ء
۲۹ ۲۹۷ء ڈاکٹر حمید اللہ
ح ۷۵م مصباح الحدیث، ص:۸۰، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز ناشران کتب اردو بازار لاہور۔ س، ن
۲۹ ۲۹۷ء خالد علوی ایم۔اے
خ ۱۹ح حفاظت حدیث، ص:۳۵۳، المکتبۃ العلمیہ لاہور۔ س، ن

۲۹۷ء۲۹ عبدالرؤف رحمانی
ر۵۱۴ص صیانۃ الحدیث ۲ حصہ، مدرسہ سراج العلوم نیپال ۱۹۶۶ء حصہ اوّل کے ساتھ حدیث کی اہمیت کتاب بھی۔

۲۹۷ء۲۹ عبدالرؤف رحمانی
ر۵۱۴ص صیانۃ الحدیث حصہ اول ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ ۱۹۶۶ء

۲۹۷ء۲۹ پروفیسر عبدالصمد صارم الازہری
ص۲۲ت تاریخ حدیث، ص:۲۲۷، مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور ۱۹۶۳ء

۲۹۷ء۲۹ محمد سعد صدیقی
ص۶۵ع علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص:۴۵۲، شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری لاہور ی ۱۹۸۸ء

۲۹۷ء۲۹ مولانا محمد صادق سیالکوٹی
ص۲۱ض ضرب حدیث، ص:۳۵۲، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ س، ن

۲۹۷ء۲۹ شیخ احسان بن محمد العتیبی، مترجم: عمران ایوب لاہوری
غ ۹۴۲ ۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث، ص:۹۵، فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۵ء

۲۹۷ء۲۹ عبدالرشید عراقی
ع۶۵۲ب برصغیر پاک وہند میں علم حدیث، ص:۱۱۱، محدث روپڑی اکیڈمی جامع القدس لاہور ۲۰۰۷ء

۲۹۷ء۲۹ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
ع۱۴۱ب بستان المحدثین (اردو)، ص:۲۲۶، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۳۴ھ

۲۹۷ء۲۹ صاحب زادہ محمد کرم شاہ
ک۴۳۳س سنت خیر الانام ﷺ، ص:۲۷۶، صوفی خدا بخش سیکرٹری مرکزی جنداللہ بھیرہ پنجاب ۱۹۵۵ء

۲۹۷ء۲۹ مناظر احسن گیلانی
م۱۱۷ت تدوین حدیث (محاضرہ سوم)، ص:۱۳۲، مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد دکن۔ س، ن

۲۹۷ء۲۹ مناظر احسن گیلانی
م۱۱۷ت تدوین حدیث، ص:۶۲۴، مکتبہ العلم اردو بازار لاہور۔ س، ن

۲۹۷ء۲۹ محمد یحییٰ گوندلوی
ی۲۱م موضوع روایات تاریخ واسباب، ص:۳۲، توحیدی دارالمطالعہ پرانا بازار گوجرانوالہ۔ س، ن

۲۹۷ء۲۹۲ امام ابوعبداللہ محمد الذہبی
ذ۹۲ت تذکرۃ الحفاظ (اردو)، ج:۲، اجزاء:۴، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۸۱ء

۲۹۷ء۲۹۲ عنایت اللہ اثری وزیرآبادی (مجموعہ ۱۲ کتب)
ع۹۶ھ (۱) ہبۃ المسجد فیما حررہ الشیخ والسند، ص:۱۶، مدینہ پرنٹنگ ہاؤس لاہور ۱۹۷۳ء
(۲) الفقیہ ما الفقیہ وما ادراک ما الفقیہ، ص:۴۲
(۳) الحق الحقیق الانیق بتصدیق الحق لابی بکر الصدیق العتیق رضی اللہ عنہ، ص:۱۶
(۴) اعمال الحلب السواغ فی افعالِ القلب والدماغ، ص:۶۸
(۵) حروف مقطعات فی اوائل السور بمدات، ص:۵۰
(۶) نقیۃ العنایہ من بقیۃ العنایہ، ص:۸۸
(۷) الاہتداء بآی السلام فی الاقتداء بآی الامام، ص:۵۸
(۸) تجمیع العجایہ فی ینابیع العنایۃ، ص:۱۷۸
(۹) عدوان المفتی فی رمیہ مسلماً بکفر فالیہ یرجع مابہ یفتی، ص:۳۴
(۱۰) الغصب والخیانۃ فی الملک والامانۃ، ص:۱۶
(۱۱) براجم الاقاویل لاہل الاقاویل فی تراجم اسماعیل وحواشی اسماعیل، ص:۳۸
(۱۲) اصول الاسلام لاہل الاسلام، ص:۳۴

۲۹۲ء۲۹۷ ابومحمد احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ دہلوی (مجموعہ ۵ کتب)
و۱۸۶ (۱) الارشاد الی مہمات علم الاسناد، ص:۲۰، مطبع احمدیہ۔ س،ن
(۲) تراجم البخاری، ص:۸
(۳) سطعات مع رسالہ جزء اللطیف، ص:۲۶
(۴) تشید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی:۱۲۰
(۵) دلیل العارفین، ص:۵۶

فقہ اصولِ فقہ:

۳۱ء۲۹۷ مولانا محمد تقی امینی
و۰۲ء۱ اجتہاد، ص:۳۶۸، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ س،ن
۳۱ء۲۹۷ محمد احسن فاروقی
۲۶۸ء۱ چ چمن محمد ﷺ کے پھول، ص:۱۷۶، خواجہ ایم رشید میر پور آزاد کشمیر۱۹۹۶ء
۳۱ء۲۹۷ عمر سلیمان الاشقر، مترجم: عبدالوہاب حجازی
۴۶۷ء۱ ق قیاس ایک تقابلی مطالعہ، ص:۱۲۵، ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء بنارس۱۹۸۴ء
۳۱ء۲۹۷ امین احسن اصلاحی
۵۱۸ء۱ اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل، ص:۱۱۹، فاران فاؤنڈیشن لاہور۱۹۸۲ء
۳۱ء۲۹۷ مولانا امین احسن اصلاحی
۵۱۸ء۱ اسلامی قانون کی تدوین، ص:۱۵۹، مکتبہ المنبر لائل پور ۱۹۶۳ء
۳۱ء۲۹۷ مولانا محمد تقی امینی
۰۲ء۱ احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت، ص:۳۳۶، سندھ ساگر اکادمی لاہور۱۹۶۹ء
۳۱ء۲۹۷ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
ش۲ء۱ اجتہاد وتقلید، ص:۹۶، اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور۱۹۶۸ء
۳۱ء۲۹۷ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
ش۳ء۱ اجتہاد وتقلید، ص:۵۲، سٹیم پریس امرتسر۱۳۳۰ھ۱۹۱۲ء
۳۱ء۲۹۷ جام خان ہنگورجو
ج۱۴ء۱ اصولِ فقہ، ص:۶۴، نسیم بک ڈپو حیدرآباد سندھ ۱۹۸۸ء
۳۱ء۲۹۷ پروفیسر غلام احمد حریری
ح۳۴ء۱ اسلام کا تصور قانون، ص:۱۶، جامعہ سلفیہ لائلپور۱۹۷۲ء
۳۱ء۲۹۷ محمد عاصم الحداد
ح۳۴ء۱ اصولِ فقہ پر ایک نظر، ص:۱۷۶، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۱۹۹۱ء
۳۱ء۲۹۷ مولانا محمد حنیف ندوی
ح ۸۲۵م مسئلہ اجتہاد، ص:۱۸۴، مطبوعات ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۱۹۵۲ء
۳۱ء۲۹۷ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی
ص۶۱۵ء۱ اصولِ فقہ، ص:۲۷۲، قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔ س،ن
۳۱ء۲۹۷ محمد رفیق طارق
ط۲۱ء۱ اصولِ فقہ، ص:۱۲۰، شاہ ولایت بک سیلرز اردو بازار حیدر آباد سندھ۔ س،ن
۳۱ء۲۹۷ مولوی محمد عبدالحی
ع۱۳س السبیل الاقوم فی توضیح المسلم، ص:۸۸، کتب خانہ یحیوی سہارنپور۔ س،ن
۳۱ء۲۹۷ ڈاکٹر جمال الدین عطیہ
ع۲۸ء۱ف فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، ص:۲۵۴، الفیصل ناشران کتب لاہور۱۹۷۷ء
۳۱ء۲۹۷ سید عبدالرحمٰن بخاری
ع۳۴ء۱ اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت، ص:۸۷، قائداعظم لائبریری لاہور۱۹۹۰ء



ضرورت اسلامی ریسرچ سکالرز

لاہور کے ایک قدیمی جماعتی ادارے کے لیے اسلامی ریسرچ سکالرز کی ضرورت ہے۔ جو علوم قرآن وحدیث، عربی لغت وادب میں مہارت ودسترس رکھتے ہوں۔ معلومات کی وسعت، علم کی پختگی، معتبر تحریر نیز اسلامی ریسرچ کا ذوق رکھنے والے سنجیدہ اور مستقل مزاج اہل علم وقلم اور شیوخ التفسیر والحدیث اپنی تعلیمی اسناد اور علمی خدمات کے ہمراہ جلد بالمشافہ یا بذریعہ فون رابطہ فرمائیں۔ مشاہرہ وخدمت حسب لیاقت معقول ہوگی۔

نوٹ: گھر پر کام کرنے والے حضرات بھی رابطہ فرمائیں۔

المعلن: حافظ محمد اسلم، رکن دار المعارف، الجامع المبارک ریلوے روڈ لاہور۔ فون: 0333-4202019

افتتاحی خطبہ جمعۃ المبارک

جامع مسجد السلام گلشن فیض مین گلی گیلانی کینال ویو نہر قاسم پور ملتان میں افتتاحی خطبہ جمعۃ المبارک ۲۹۔ اگست ۲۰۰۸ء کو محمد انس مدنی صاحب بن امام حافظ عبدالستار صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ارشاد فرمائیں گے۔

[محمد یاسین شاد، متولی مسجد ہذا]

مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کا دورۂ سعودیہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ممتاز راہنما، پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری آف کنگن پور ماہِ شعبان المعظم کے آخری ایام میں ''حرمین الشریفین'' روانہ ہوں گے۔ اور ماہِ رمضان المبارک سعودی عرب میں گزاریں گے۔ اس دوران ان کے تبلیغی پروگرام معطل سمجھے جائیں۔ ان شاء اللہ وہ ستائیسویں رات گزار کر وطن واپس ہوں گے۔

[محمد اسحاق خادم قصوری، نائب خطیب جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور، ضلع قصور]

توجہ فرمائیں

مستقل خطیب جو صبح درس قرآن بھی دیں۔ دو حافظ قرآن جو رمضان المبارک میں قرآنِ مجید سنا سکیں، کی ضرورت ہے۔ قیام وطعام اور مشاہرہ معقول، ان شاء اللہ۔ ضرورت مند جلد رابطہ کریں۔

[حاجی عبدالستار طیب، فون: 0333-6813820۔ ملک عبدالوہاب اعوان جوہر آباد خوشاب۔ فون: 0334-7533601]